شاتم رسول کے ماورائے عدالت قتل پر
تمام مکاتب فکر کے ممتاز علمائے کرام کا

متفقہ شرعی فتویٰ

مع

ممتاز قادری کیس میں اسلام آباد ہائی کورٹ
کے فیصلے کا شرعی جائزہ

ملی مجلس شرعی
کیمپ آفس: 180 پاک بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور
فون نمبر/ای میل ermpak@hotmail.com, 0300-4354673

شاتم رسول کے ماورائے عدالت قتل پر
تمام مکاتب فکر کے ممتاز علمائے کرام کا

متفقہ شرعی فتویٰ

مع

ممتاز قادری کیس میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کا شرعی جائزہ

ملی مجلس شرعی

کیمپ آفس: 180 پاک بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور 54570

فون نمبر/ای میل ermpak@hotmail.com,0300-4354673

نام کتاب: شاتم رسول کے ماورائے عدالت قتل پر تمام مکاتب فکر کے
ممتاز علمائے کرام کا متفقہ شرعی فتویٰ
مع
ممتاز قادری کیس میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کا شرعی جائزہ

ایڈیشن: باراوّل

تعداد: 500

سن تالیف: 2012ء

سن طباعت: اکتوبر 2015ء

ناشر: ملی مجلس شرعی

☆☆☆☆☆☆ ملنے کا پتہ ☆☆☆☆☆☆

ملی مجلس شرعی

کیمپ آفس: 180 پاک بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور 54570

فون نمبر/ای میل ermpak@hotmail.com,0300-4354673

حسن ترتیب

پیش لفظ

غازی ممتاز حسین قادری نے مؤرخہ 4 جنوری 2011ء کو توہین رسالت کے سبب سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کر دیا جس کے بعد میڈیا میں کئی سوالات اٹھائے گئے جن سے مجموعی طور پر ابہام کی فضاء پیدا ہو گئی۔ دریں اثناء ملی مجلس شرعی کو ملک محبوب الرسول قادری کی طرف سے ایک استفتاء موصول ہوا جس کے ذریعے سلمان تاثیر کے بارے میں شرعی حکم پوچھا گیا۔ مزید برآں یہ بھی دریافت کیا گیا کہ غازی ممتاز حسین قادری کا اسے ماورائے عدالت قتل کرنے کا اقدام از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟

ملی مجلس شرعی نے اس کا تفصیلی جواب تیار کیا اور مختلف مکاتب فکر کے ممتاز علمائے کرام کو تائید کے لیے بھجوایا لہذا تقریباً 50 علمائے کرام نے اس کی تائید و تصویب فرما دی۔ اب ملی مجلس شرعی نے اس اہم دستاویز کو افادۂ عام کے لیے شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملک محبوب الرسول قادری کا یہی استفتاء ممتاز علمائے یمن کو بھجوایا گیا تھا جس پر انہوں نے بھی تفصیلی فتویٰ جاری فرمایا۔ ہم نے اس فتویٰ کا عکس بھی زیر نظر کتابچہ میں شامل کر دیا ہے اور اردو خواں قارئین کی سہولت کے لیے اس کا اردو ترجمہ بھی شامل اشاعت کر دیا ہے۔ اس اہم اور وقیع فتویٰ کا اردو ترجمہ محترم علامہ محمد مہربان

باروی نے کیا ہے جو اُس وقت دمشق (شام) میں مقیم تھے۔ نیز انہوں نے ملک محبوب الرسول قادری کے استفتاء کا عربی زبان میں ترجمہ کیا اور علمائے یمن سے فتویٰ کے حصول کے لیے قریبی رابطہ بھی رکھا۔ اللہ رب العزت ان کی کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے۔

اسی طرح غازی ممتاز حسین قادری کی اپیل کی سماعت کے بعد اسلام آباد ہائی کورٹ کے ڈویژنل بنچ نے مؤرخہ 9 مارچ 2015ء بروز پیر کو جو فیصلہ جاری کیا، ملی مجلس شرعی کے علماء نے اس کا جائزہ لیا اور فیصلے کے ان پہلوؤں کی نشاندہی کی جن سے شریعت اسلامیہ کے کئی مسلمہ تعلیمات مجروح اور متاثر ہوئیں ہیں لہٰذا یہ علمی تجزیہ بھی نظر قارئین ہے۔

فتویٰ کی تیاری اور ہائی کورٹ کے فیصلہ پر جائزہ مرتب کرنے میں ملی مجلس شرعی کے نائب ناظم اعلیٰ علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری نے خوب محنت کی، جسے ملی مجلس شرعی کی انتظامیہ میں شامل تمام علماء نے سراہا اور ان کی کاوشوں کی تحسین کی۔

امید ہے یہ تحریریں عام لوگوں کے لیے رہنمائی اور اصحاب فکر ونظر کے لیے خرد افروزی کا سبب بنیں گی۔

ڈاکٹر محمد امین

ناظم اعلیٰ ملی مجلس شرعی

لاہور،

یکم اکتوبر 2015ء

استفتاء

1- کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر جو خود کو مسلمان کہلواتا تھا اس نے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کو انسانوں کا بنایا ہوا قانون قرار دیا اور اس کا استہزا کرتے ہوئے اسے کالا قانون بھی قرار دیا:

(روزنامہ نوائے وقت 23 نومبر 2010ء صفحہ 1)

پھر اس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزا پانے والی ایک مجرمہ آسیہ مسیح کی سزا کے بارے میں یہ کلمات کہے کہ اسے دی جانے والی سزائے موت ایک سخت اور بڑی ظالمانہ سزا ہے اور قائداعظم محمد علی جناح کے پاکستان میں ایسا قانون نہیں تھا اور نہ اس قسم کی ظالمانہ سزا ہو سکتی تھی۔

(دیکھیں: Asia Bibi Press Conference,http://
www.salmaantaseer.com/main.aspx)

اس سے قبل اس نے واضح طور پر یہ اعلان کیا تھا کہ ملک مولویوں نے ٹھیکہ پر نہیں لیا ہوا، جو ہر بات پر شور مچاتے ہیں۔ 1973 کے آئین پر قوم متفق ہے اور یہی آئین جمہوریت کی بقا ہے۔ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو جلد ختم کر دیا جائے گا اور میں اپنے اس مؤقف پر قائم ہوں۔

(روزنامہ جناح، ہفتہ 19 ستمبر 2009ء)

اس نے اپنے اس مؤقف کا اعادہ اس وقت بھی کیا جب ایک نجی ٹی وی سماء کی ایک اینکر نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے سوال کیا کہ Blasphemy Law یعنی قانون توہین رسالت ﷺ بھی تو پارلیمنٹ نے منظور کیا تھا۔ اس نے جواباً یہ کہا کہ ہاں تو اب نئی اسمبلی آئی ہے 18 ویں ترمیم بھی اسمبلی نے پاس کی ہے جو قانون پہلے سمجھتے تھے ٹھیک نہیں ہے ان میں ترمیم لانے میں کون سا برا کام ہے اس پر بیٹھ کر نظر ثانی کریں۔

(دیکھیں: Youtube: Salman Taseer on Blasphemy Law)

لہٰذا اس قانون کو کالا قانون قرار دینا اور اس کے خاتمے کے در پے ہو جانا اور اعلانیہ و بتکرار اس قانون کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا اور تنقیص و تخفیف کرنا کیا از روئے شرع توہین رسالت ﷺ کے زمرے میں نہیں آتا؟ جبکہ اس طرز عمل کا صرف ایک ہی مقصد نظر آتا ہے کہ اہانت رسول کے مجرموں کو اس جرم کے ارتکاب پر شہ دی جائے اور حضور ﷺ کی ناموس کے معاملے کو ایک کھیل تماشہ بنا دیا جائے۔

اسی طرح سلمان تاثیر کا توہین رسالت ﷺ کی ایک ایسی مجرمہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنا جسے مذکورہ قانون کے تحت ملک کی مجاز عدالت طویل ٹرائل کے بعد سزائے موت کا حکم دے چکی ہو جبکہ ٹرائل سے قبل ایف آئی آر کے اندراج کے وقت اس معاملہ کی چھان بین اور تفتیش قواعد کے مطابق ضلعی سطح کے ایک پولیس آفیسر نے کی ہو۔ جس کے روبرو اس مجرمہ نے اعتراف جرم بھی کیا ہو اور اس کے ہم مذہب مذہبی رہنماؤں نے بھی اسے مجرمہ قرار دیا ہو۔ ایسی مجرمہ کے ساتھ ہمدردی کے لیے اس کا اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ اسے جیل میں جا کر ملنا، اسے سزا سے بچانے

کی یقین دہانی کرانا ،میڈیا کے لوگوں کو یہ کہہ کر مدعو کرنا کہ آج میں بہت بڑا دھماکا کرنے جارہا ہوں اور پھر اس خاتون کو ساتھ بٹھا کر جیل ہی میں پریس کانفرنس کرنا اور قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کو کالا قانون قرار دینا کیا اس کے گستاخ رسول ﷺ ہونے پر کاملاً دلالت نہیں کرتا اور کیا ایسا شخص از روئے شرع مباح الدم نہیں ہو جاتا؟

اس کی طرف سے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے تحت ملنے والی سزائے موت کو ظالمانہ اور سخت سزا قرار دینا اور اس قانون کو ختم کروانے کا اعلان کرنا از روئے شرع کیسا فعل ہے؟ جبکہ یہ قانون کتاب وسنت کی صریح نصوص پر مبنی ہے اور وفاقی شرعی عدالت اسے کتاب وسنت کے عین مطابق قرار دیکر اسے بطور حد نافذ کرنے کا فیصلہ دے چکی ہے اور اسی فیصلہ کی رو سے یہ قانون ملک کا رائج اور نافذ العمل قانون ہے اور اس کے تحت ملنے والی سزا کو کتاب وسنت کی موافقت میں اسی قانون کی رو سے حد کا درجہ بھی دیا گیا ہے اس کی طرف سے حدود الٰہی کو ظالمانہ سزا قرار دینا کیا کتاب وسنت اور حدود الٰہی کے انکار کے مترادف نہیں ہے اور کیا از روئے شرع اس کے صریح کفر پر دلالت نہیں کرتا؟ اور ایسے کفر صریح کے مرتکب کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

کیا اس کے درج ذیل اقوال وافعال بھی اسی امر پر دلالت نہیں کرتے کہ وہ صریح کفر کا مرتکب ہوا ہے؟ وہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا۔اس کی بیٹی شہر بانو تاثیر نے انڈیا کے ایک نجی ٹی وی N.D TV چینل کے پروگرام THE BUCK STOPS HERE میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ میرے والد احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھے۔

(دیکھیں: 11 Jan 2011 Jang News)

جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ احمدیوں کو کافر نہیں سمجھتا تھا بلکہ ان کو کافر اور اقلیت قرار دینے والی آئینی دفعہ کو بھی ختم کروانا چاہتا تھا اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کو بھی نہیں مانتا تھا۔اسی طرح اس کے بیٹے آتش تاثیر نے اپنی کتاب میں اس کی نجی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں کو بے نقاب کرتے ہوئے لکھا ہے:

''میرا باپ جو ہر رات شراب (سکاچ) پیا کرتا تھا اس نے کبھی بھی نہ تو روزہ رکھا اور نہ ہی نماز ادا کی حتی کہ وہ خنزیر کھاتا تھا اور ایک دفعہ اس نے بتایا کہ صرف ایک ہی مرتبہ ایسا ہوا وہ بھی جب میں جیل میں تھا اور مجھے پڑھنے کے لیے صرف قرآن ہی دیا گیا تو میں نے اسے پیچھے سے لیکر آگے تک کئی بار پڑھا اور میں نے یہی محسوس کیا کہ اس میں میرے لیے کچھ بھی نہیں تھا''

(دیکھیں: Stranger to History by Aatish Taseer Page No:21-22)

جبکہ اس کے یہ جملے صرف اللہ کی کتاب کی صریح تنقیص واستخفاف ہی کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ ان سے اللہ کی کتاب کا انکار بھی لازم آتا ہے۔

2۔ غازی ممتاز حسین قادری نے اس کو از خود اقدام کرتے ہوئے اس لیے قتل کر دیا کہ وہ گستاخ رسول ﷺ اور مباح الدم تھا۔غازی ممتاز حسین قادری کے پیش نظر اس کے گستاخ رسول ﷺ اور مباح الدم ہونے پر علمائے کرام کے فتوے بھی تھے اور وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ یہ ایک با اثر شخص ہے اور پنجاب کا آئینی سربراہ ہونے کے ناطے اسے آئین پاکستان کی رو سے یہ استثنیٰ حاصل ہے کہ اس عہدے کی مدت کے دوران اس کے خلاف کوئی فوجداری یا سول مقدمہ درج نہیں کیا جاسکتا۔چنانچہ ممتاز حسین قادری نے اپنی غیرت ایمانی کا تقاضہ سمجھتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔

ممتاز حسین قادری کا اس طرح قانون کو ہاتھ میں لے کر ایک شاتم رسول ملحد اور زندیق کو جہنم واصل کرنا از روئے شرع کیسا فعل ہے؟ کیا ممتاز حسین قادری کو اسلام کے قانون قصاص و دیت کے تحت کوئی سزا دی جاسکتی ہے یا تعزیری طور پر بھی وہ از روئے شرع کسی سزا کا مستوجب ہے؟ **بینوا و توجروا**

سائل

ملک محبوب الرسول قادری
اسلامک میڈیا سنٹر
دربار مارکیٹ لاہور
0300/0321-9429027
E-mail: mahboobqadri787@gmail.com

جواب

منه الصدق و الصواب

1۔ جو واقعات اور شواہد سائل نے سلمان تاثیر کے حوالے سے ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ ان سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے تحفظ ناموس رسالت کے ضامن قانون کو جو کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی رو سے ملک میں حداً نافذ ہے۔ کالا قانون کہہ کر اور اس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزا یافتہ مجرمہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کر کے اور اس کی سزا کو ظالمانہ اور سخت سزا کہہ کر پھر اس قانون کو ختم کرانے کے عزم کا اظہار کر کے اور اس سابہ مشرکہ کی سزا کو ہر حال میں معاف کرانے کا اعلان کر کے توہین و تنقیص رسول ﷺ کا ارتکاب کیا۔ جس کی بنا پر وہ مباح الدم ہو گیا تھا اور اس کی جان و مال کی حرمت ختم ہو گئی تھی۔ اگرچہ ایسے بدبخت کے ساتھ نمٹنے کیلئے ملک میں قانون موجود ہے لیکن چونکہ اسے آئین پاکستان کی رو سے استثنیٰ حاصل تھا اور اس کے خلاف فوج داری مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی ناممکن ہو گئی۔ بعض حضرات نے اتمام حجت کے لیے تھانہ سول لائنز میں مقدمہ درج کرانے کی کوشش بھی کی لیکن مذکورہ دستوری استثنیٰ ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔

اندریں صورت حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ اسے اس کے منصب سے الگ کر دیتی تا کہ اس کے خلاف حسب قانون کارروائی کی جاسکتی لیکن حکومت اس

مسئلے پر خاموش تماشائی بنی رہی۔ جس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سلمان تاثیر اپنے باطل مؤقف پر ڈٹا رہا اور شرعی فتووں کا استخفاف بھی کرتا رہا جو کہ فی نفسہ وجوہ کفر میں سے ہے۔ اس نے ملک میں رائج شرعی قانون کے تحت مجاز عدالت کی طرف سے سزا یافتہ مجرمہ کو بے گناہ قرار دے کر اور اس کا معاملہ قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے بالائی عدالتوں میں لے جانے کا راستہ ترک کر کے پوری قوم کو قانون شکنی کا پیغام دیا۔ کتاب وسنت کی تصریحات کی روشنی میں گستاخی رسالتمآب کا مرتکب واجب القتل ہے۔ پوری امت اس کے وجوب قتل پر متفق ہے۔

2۔ اس کے علاوہ اس کا شرعی حد کو ظالمانہ کہنا اور اس کا استہزاء کرنا توہین شریعت ہے جس سے کفر لازم آتا ہے۔ سائل ہی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق اس کا اپنی بیٹی کی گواہی کی رو سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے مخالف ہونا اور اس آئینی شق کو ختم کرانے کا عزم رکھنا اس کے کفر صریح کی دلیل ہے کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت کتاب وسنت کی نصوص اور فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق ضروریات دین میں سے ہے۔ جس کے انکار سے منکر پر صریح کفر لازم آتا ہے اسی طرح اس کا قادیانیوں اور آسیہ مسیح کے کفر وشتم پر راضی ہونا رضا بالکفر ہے۔ کتاب و سنت کی نصوص اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق رضا بالکفر کا مرتکب خود بھی کافر ہو جاتا ہے لہٰذا ان وجوہ کفر کی بنا پر بھی وہ مرتد اور مباح الدم ہو چکا تھا۔ اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا لیکن وہ اپنے کفر وارتداد پر ڈٹا رہا۔

3۔ غازی ممتاز حسین قادری جو کہ اس کی حفاظت پر مامور تھے انہوں نے مذکورہ بالا حالات میں حضور ﷺ کی ناموس کے اس دشمن کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ کے واضح

ارشادات کے مطابق ایسے شاتم کا خون باطل اور رائیگاں ہے اگر کوئی مسلمان اسے قاضی یا امام سے سبقت لے کر بھی قتل کر دیتا ہے تو اس پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس معاملے کو خصوصی اہمیت دی ہے اور اسے ایک استثنائی معاملہ قرار دیا ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک بھی مرتد کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے مسلمان پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے۔ لہٰذا دہشت گردی کی عدالت کی طرف سے غازی ممتاز حسین قادری کو ملنے والی سزائے موت کتاب و سنت کی رو سے سراسر غلط ہے کیونکہ اس سزا کے نافذ ہونے کی صورت میں مرتد کے عوض مسلمان کا قتل لازم آئے گا۔ جس کی شریعت اسلامیہ ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ غازی ممتاز حسین قادری کے بارے میں دہشت گردی کی عدالت کے جج کے فیصلے سے بھی ہمارے اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے جس میں اس نے تسلیم کیا ہے کہ غازی ممتاز حسین قادری نے جو کیا وہ اسلامی لحاظ سے درست ہے یعنی سلمان تاثیر نے توہین رسالت ہی کی تھی اور اس کی سزا بھی یہی ہے تاہم اس نے انہیں دوسرے ملکی قوانین کے تحت سزا دی ہے آپ کے تمام سوالات کا مختصر جواب یہی ہے۔ البتہ ہم نے اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مدلل اور مفصل جواب بھی لکھ دیا ہے۔

تفصیلی جواب

سائل نے استفتاء میں سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے حوالے سے درج ذیل نکات اُٹھائے ہیں:

1۔ اس نے ایک شاتمہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا، اسے ماورائے عدالت اس کی سزا معاف کرانے کی یقین دہانی کرائی اور قانون تحفظ ناموس رسالت کو کالا قانون قرار دے کر اسے ختم کرانے کا عزم ظاہر کیا۔ کیا وہ ان اقدامات کی بنا پر گستاخیٔ رسول کا مرتکب ہوا تھا اور ایسا شخص جو مسلمان کہلاتا ہو اور گستاخیٔ رسول کا ارتکاب کرے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

2۔ اس نے قانون تحفظ ناموس رسالت کو کالا قانون قرار دیا اور اس کے تحت مجاز عدالت سے سزا پانے والی مجرمہ کی سزا کو سخت اور بڑی ظالم سزا قرار دیا۔ حالانکہ یہ قانون وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق شرعی حد کے طور پر نافذ ہے۔ اس کی طرف سے حدود الٰہی کو ظالمانہ قرار دینا از روئے شرع کیسا ہے؟

3۔ اس کی بیٹی کی گواہی کے مطابق سلمان تاثیر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا اور وہ اس آئینی شق کو ختم بھی کرانا چاہتا تھا۔ کیا اس سے عقیدۂ ختم نبوت کا انکار لازم نہیں آتا؟ اس عقیدے کا انکار کرنے والے کا شرعی حکم کیا ہے؟

4۔ اس کے بیٹے آتش تاثیر کی گواہی کے مطابق وہ شرابی تھا اور خنزیر کا گوشت کھاتا تھا نماز، روزہ کے قریب نہیں جاتا تھا اور قرآن حکیم کے بارے میں شک اور استخفاف کے جملے بولتا تھا۔ ایسے شخص کا از روئے شرع کیا معاملہ ہے؟

5۔ ممتاز حسین قادری نے علمائے کرام کے فتووں کی روشنی میں از خود اقدام کرتے ہوئے سلمان تاثیر کو گستاخ رسول اور مباح الدم سمجھتے ہوئے قتل کر دیا۔ ممتاز حسین قادری کا یہ اقدام از روئے شرع کیسا ہے؟ اور کیا اسے اس اقدام پر قصاص یا تعزیر کے طور پر کوئی سزا دی جاسکتی ہے یا اس سے دیت وصول کی جاسکتی ہے؟

استفتاء میں پوچھے گئے مذکورہ نکات وسوالات کا جواب حسب ذیل ہے:

پہلے سوال کا جواب:

سلمان تاثیر کا تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کہنا اور اس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزا پانے والی مجرمہ کی سزا کو سخت اور ظالمانہ کہنا، شاتمہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے اپنی آئینی اور منصبی حدود کو پامال کرنا اور اس قانون کو ختم کرانے کا برملا اظہار کرنا صریحاً اہانت رسول ہے۔ حضور ﷺ کی شاتمہ سے اظہار ہمدردی کرنا، ملک کے عدالتی نظام پر عدم اعتماد کرتے ہوئے شاتمہ کی سزا کو معاف کرانے کے لیے کوشاں ہونا سلمان تاثیر کے ایسے اقدامات ہیں جن سے وہ حضور ﷺ کی بے ادبی اور توہین کا مرتکب ہوا۔ لہٰذا اس سے توہین رسالت کا ارتکاب بلاشک وشبہ قطعی طور پر ثابت ہے۔

قرآن حکیم میں تو یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے اور ان سے موالات سے روکا گیا ہے اور اہل اسلام کے بارے میں یہ وعید وارد ہوئی ہے کہ اگر وہ ان سے موالات رکھتے ہیں تو وہ انہی میں سے ہیں۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ'.

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

(المائدۃ: ۵۱)

فانه منهم، کے الفاظ اس امر کو واضح کر رہے ہیں کہ کافر کے ساتھ موالات کرنے والا بھی کفار ہی میں سے ہو جاتا ہے۔ متقدمین احناف میں سے امام ابوبکر جصاص حنفیؒ نے قرآن مجید کی مذکورہ آیت مبارکہ کے تحت لکھا ہے:

'لوارا د المسلمین لکانوا اذا تولوا الکفار صاروا مرتدین'.

اگر یہ آیت مسلمانوں کو مخاطب کرتی ہے تو مسلمان کفار کا ساتھ دینے کے سبب مرتد ہو جاتے ہیں

(احکام القرآن للجصاص: ۲/۵۵۵)

شیخ ابن حزم نے بھی اس آیت مبارکہ کے تحت لکھا ہے:

'وصحّ ان قول الله تعالیٰ و من یتولهم منکم فانه منهم انما هو علی ظاهره، بانه من جملة الکفار فقط، و هذا حق لا یختلف فیه اثنان من المسلمین'.

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان و من یتولهم منکم فانه منهم کو اس کے ظاہر پر رکھنا ہی صحیح و درست ہے کہ اس کا شمار بھی انہی تمام کافروں میں سے ہوگا۔ یہ ایک ایسی حق بات ہے کہ کوئی بھی دو مسلمان اس کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتے۔

(المحلیٰ: ۱۱/۱۳۸)

یہ بات بے حد قابل غور ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے کئی ارشادات میں اپنے شاتم کو اپنا دشمن قرار دیا اور امت سے اس کے ساتھ نمٹنے کا مطالبہ کیا۔ ایک ارشاد رسالتمآب ﷺ ملاحظہ ہو:

ایک شخص جو حضور ﷺ کو برا بھلا کہتا تھا، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

'مَن یُّکفِینِی عَدُوِّیْ؟ فَقَالَ خَالِد اَنَا فَبَعَثَهُ النَّبِیُّ ﷺ فَقَتَلَه'.

کون ہے جو میرے دشمن کو کفایت کرے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میں حاضر ہوں۔ حضور ﷺ نے انہیں بھیجا اور انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ: ۲/۱۹۵)

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں نصوص صریحہ کے ذریعے ایسے لوگوں سے موالات سے منع فرما دیا ہے جو اللہ اور اہل ایمان کے دشمن ہیں۔

۲۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ'

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ

(الممتحنة: ۱)

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر رب العزت نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتے ہوئے یہاں تک تنبیہ فرمائی ہے کہ ایسے بدبختوں کے ساتھ دوستی مت رکھو خواہ یہ تمہارے ماں باپ، اولاد، بہن بھائی یا قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔

۳۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ'.

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

(المجادلة:۲۲)

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

'الاعداء ثلثة عدوک و عدو صدیقک و صدیق عدوک'.

دشمن تین ہیں ایک خود تیرا دشمن، دوسرا تیرے دوست کا دشمن، تیسرا تیرے دشمن کا دوست۔

(نہج البلاغة مع شرح ابن ابی الحدید ،الجزء التاسع عشر ،دار احیاء التراث العربی بیروت:۴/۳۸۴)

لہذا قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیات اور سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کی اس تصریح کے مطابق ایک ایسی شاتمہ جو اپنے جرم کا اعتراف کر چکی ہے اور اسے مجاز عدالت کی طرف سے سزا سنادی گئی ہے اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا دراصل حضور ﷺ کی دشمن کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا ہے جو دراصل حضور ﷺ کی توہین وتنقیص ہی کی ایک صورت ہے۔

اسی طرح اس کا ملک میں رائج قانون کے تحت مجاز عدالت سے ملنے والی سزا کو ظالمانہ اور سخت کہنا اور ایک شاتمہ ملعونہ کی سزا معاف کرانے کے لیے اپنی منصبی ذمہ داریوں تک کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عدالتی نظام سے بالاتر ہو کر کوشش کرنا اور تحفظ ناموس رسالت کے ضامن قانون کے درپے ہو جانا اور اسے ختم کرانے کا برملا اظہار کرنا، سلمان تاثیر کے وہ جرائم ہیں جن سے اس کا شاتم رسول ہونا اظہر من الشمس ہے۔

پھر سلمان تاثیر کا شتم رسالتمآب کے جرم میں سزا یافتہ مجرمہ کیساتھ اظہار ہمدردی کرنا، اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کہنا اور اس قانون کے تحت اسے ملک کی مجاز عدالت سے ملنے والی سزا کو سخت اور بڑی ظالم سزا کہنا اہانت رسول ؐ کے علاوہ صریحاً کفر بھی ہے کیونکہ یہ کلمات ادا کر کے سلمان تاثیر اس شاتمہ کے کفر پر راضی ہوا اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے اور جب کوئی کافر حضور ﷺ کی توہین کرتا ہے تو اس کے کفر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ'.

بے شک وہ جو ایمان لا کر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہر گز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔

(ال عمران : ۹)

اس آیت کے تحت امام المفسرین فخر الدین رازی نے پہلا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ کس چیز سے ان کے کفر میں اضافہ ہوا، فرماتے ہیں کہ اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ دینے والا مرتد ہے کہ وہ کفر پر اصرار کرتا ہے ایک کفر کے ساتھ دوسرے کفر کو ملا لیتا ہے۔ پھر انہوں نے اس دوسری صورت کے حوالے سے اہل تفسیر کے چار اقوال نقل کیے ہیں جن میں پہلا قول یہ ہے:

'ان اهل الكتاب كانوا مؤمنين بمحمد عليه الصلاة قبل مبعثه، ثم كفروا به عندالمبعث، ثم ازدادوا كفراً بسبب طعنهم فيه كل وقت، و نقضهم ميثاقه، و فتنتهم للمؤمنين، وانكارهم لكل معجزة تظهر'.

اہل کتاب، بعثت سے پہلے سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے والے تھے اور بعثت کے وقت انہوں نے آپ کے ساتھ کفر کیا اور پھر ہر وقت آپ ﷺ کو طعن کرنا، اور آپ ﷺ سے نقض میثاق کرنا، اہل ایمان کو پریشان کرنا اور ہر معجزہ کا انکار کرنا اس کفر میں اضافہ کے اسباب تھے

(تفسیر کبیر: ۲۸۶/۸)

اہل تفسیر کے اس قول سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ پر طعن کرنا کفر میں اضافہ کا سبب ہے۔ چنانچہ شاتمہ آسیہ مسیح پہلے بھی کافر تھی اور شتم رسالتمآب کی وجہ سے اس کے کفر میں اضافہ ہو گیا تھا سلمان تاثیر کا اس سابہ مشرکہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنا، اسے معصوم قرار دینا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر اسلامی قانون کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا اس کے کفر صریح پر دلالت کرتا ہے۔

امام قرطبی ارشاد الٰہی (وقد نزل عليهم في الكتاب.....سورة النسا، آیت:104) کے تحت فرماتے ہیں:

'(انكم اذا مثلهم) فدل بهذا علي وجوب اجتناب أصحاب المعاصي اذا ظهر منهم منكر لان من لم يجتنبهم فقد رضي فعلهم و الرضا بالكفر كفر'.

الفاظ (انکم اذا مثلکم) یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جب گناہ گار لوگوں سے برائی کا صدور ہو تو ان کی صحبت سے اجتناب کیا جائے کیونکہ جو ان کی صحبت سے اجتناب نہ کرے تو وہ ان کے فعل پر راضی ہو جاتا ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن: ۴۱۸/۵)

اس آیت کے بارے میں امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

"قال اهل العلم : هذا يدل علي ان من رضي بالكفر فهو كافر و من رضي بمنكر يراه

اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کفر پر راضی ہو وہ کافر ہو جائے گا۔ جو کسی برائی کو دیکھتے ہوئے اس پر راضی رہے

و خالط أهله و ان لم يباشر كان في الاثم بمنزلة المباشر بدليل انه تعالىٰ ذكر لفظ المثل هنا"

اور اہل معصیت کے ساتھ مل جائے چاہے وہ گناہ کرے یا نہ کرے وہ گناہ میں ایسا ہی شامل ہوگا جیسے اس نے گناہ کیا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کلمہ ''مثل'' ارشاد فرمایا ہے

(التفسير الكبير ۵/۴۱۵)

۴۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ'

اے ایمان والو! نہ بنالو اپنے (ماں) باپ اور (بہن) بھائیوں کو دلی دوست اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان پر، اور تم میں سے جو انہیں دوست بناتا ہے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

(التوبة:۲۳)

۵۔ پھر ایک مقام پر قرآن حکیم میں ایسے ظالموں سے ادنیٰ میلان رکھنے سے بھی منع فرمادیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار'

اور نہ جھکو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

(ہود:۱۱۳)

امام آلوسی بغدادیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

'اى لا تميلوا اليهم ادنى ميل ...... ان رجلا قال لسفيان :انى اخيط للظلمة فهل اعد من اعوانهم ،فقال له :لاانت منهم و الذى يبيعك الابرة من اعوانهم'

یعنی ان کی طرف ذرا سے میلان کا بھی اظہار نہ کرو۔۔۔۔ ایک آدمی نے حضرت سفیان سے پوچھا کہ میں ظالموں کے کپڑے سیتا ہوں تو کیا میں ان کے مددگاروں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم انہیں میں سے ہو بلکہ جو تمہیں سوئی بھی بیچتا ہے وہ بھی ان کے مددگاروں میں سے ہے۔

(روح المعانی:۱۲/۲۸۰)

امام ابوحیان اندلسیؒ فرماتے ہیں:

'وسئل سفيان عن ظالم اشرف على الهلاک فى برية هل يسقى شربة ماء ؟فقال لا ،فقيل له : يموت ، فقال :دعه يموت'

حضرت سفیان سے ظالم کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ بیابان میں مرنے کے قریب ہے کیا اسے پانی کا ایک گھونٹ پلایا جائے گا۔ فرمایا: نہیں، کہا وہ مر جائے گا؟ فرمایا: اس کو چھوڑ دو تا کہ وہ مرجائے۔

(تفسير البحر المحيط:۵/۲٦۹)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

'الرضا بالكفر كفر'

کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے

(الفتاوىٰ قاضی خان:۲/۳٦٧)

محیط برہانی میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

'وقد عثرنا علی روایة ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ان الرضا بکفر الغیر کفر من غیر تفصیل'

ہم امام ابوحنیفہؒ کی اس روایت سے مطلع ہیں کہ کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہونا بغیر کسی تفصیل کے کفر ہے۔

(المحیط البرهانی:۷/۳۹۹)

درج بالا سطور سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضور ﷺ کی توہین اور آسیہ مسیح کے کفر پر راضی ہونے، دونوں وجوہ کی بنا پر سلمان تاثیر کافر اور اسلام سے خارج ہو چکا تھا۔

شریعت اسلامیہ کی رو سے حضور ﷺ کی گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے اور اس کے وجوب قتل پر پوری امت متفق ہے، مذاہب اربعہ کے جمہور فقہا کا موقف یہ ہے کہ مسلمان گستاخ کو حداً قتل کیا جائے گا جبکہ بعض اہل علم اس پر مرتد عام کا حکم لگاتے ہیں اور وہ اس کی توبہ کے قائل ہیں لیکن فقہاء کے اس اختلاف کا زیر غور مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ سلمان تاثیر تادم قتل توبہ کی توفیق سے محروم رہا اگرچہ کفریہ اور اہانت آمیز کلمات ادا کرنے پر اس سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ اس ضمن میں کتاب وسنت اور فقہا کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا'

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(الاحزاب :۵۷)

۲۔ پھر سورۃ الاحزاب کی اگلی آیات میں ایسے بدبختوں کو ملعون قرار دیا گیا اور ان کے بارے میں یہ حکم دیا گیا۔

'مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا. سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا'

پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں، یہ اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے اور تم اللہ کا دستور ہرگز بدلتا نہ پاؤ گے۔

(الاحزاب: ۶۱،۶۲)

یہ آیات شاتم کے وجوب قتل پر نصوص صریحہ ہیں۔

اسی ایذا رسانی کی بنیاد پر حضور ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا جو آپ ﷺ کی شان میں ہجویہ اشعار کہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا؟

'فانہ قد اذی اللہ و رسولہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) فقال محمد بن مسلمۃ یا رسول اللہ ﷺ أتحب ان اقتلہ ؟ قال :نعم'.

کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے سو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں

(صحیح مسلم : کتاب الجھاد ،باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیھود)

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ ہے:

'من سبّ الانبیاء قتل و من سبّ اصحابی جلد'

جس نے کسی نبی کو (نعوذ باللہ) گالی دی، اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنھم کو (نعوذ باللہ) گالی دی اس کو کوڑے مارے جائیں۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث : ٦٦٠)

شاتم رسول کے وجوب قتل پر پوری امت کا اجماع ہے۔ امام ابن منذر ؒ فرماتے ہیں:

'واجمعوا علی ان من سبّ النبی ﷺ ان لہ القتل'

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کی (نعوذ باللہ) گستاخی کی اس کی سزا قتل ہے۔

(الاجماع :٧٦)

معروف حنفی فقیہ ابوبکر جصاص ؒ (ت ٣٧٠ھ) فرماتے ہیں:

ولا خلاف بین المسلمین أن من قصد النبی ﷺ بذلک فھو ممن ینتحل الاسلام انہ مرتد یستحق القتل

تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت اور ایذا رسانی کا قصد کیا اگر چہ وہ مسلمان کہلاتا ہو تو بھی وہ مرتد اور مستحق قتل ہے۔

(احکام القرآن:٣/١١٢)

امام شامی ؒ فرماتے ہیں کہ مرتد گستاخ رسول کے قبل از توبہ قتل کیے جانے پر تمام امت کا اجماع ہے:

'والحاصل انہ لا شک و لا شبھۃ فی کفر شاتم النبی و فی استباحۃ قتلہ و ھو المنقول عن الائمۃ الأربعۃ'.

اور خلاصہ یہ ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور اس کے مباح الدم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔

(ردالمحتار:٦/٣٧٨)

عام مرتد جس سے گستاخی رسول کا صدور نہ ہوا ہو اس کو بھی کفر و ارتداد اختیار کرنے پر قتل کیا جائے گا۔

حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس "زنادقہ" کو لایا گیا تو آپ ؓ نے ان کو جلا دیا۔ یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

کو پہنچی تو آپ نے فرمایا:

'لو كنت انا لم احرقهم لنهی رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله و لقتلتهم لقول رسول الله ﷺ : من بدل دينه فاقتلوه'.

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو میں ان کو نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ سے نہ جلاتا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ کے عذاب سے تکلیف نہ دو، اور ان کو ضرور قتل کر دیتا نبی ﷺ کے قول مبارک کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اپنا دین تبدیل کیا تو اس کو قتل کر دو۔

(صحیح البخاری :باب ،حکم المرتد)

قاضی ملا خسرو حنفیؒ نے مرتد کی سزا قتل ہونے پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے:

'و كذا الصحابة رضوان الله عليهم اجمعوا عليه في زمن ابی بكر الصديق رضی الله تعالیٰ عنه'.

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں مرتد کو قتل کرنے پر اجماع کیا۔

(الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام:۱/۳۰۱)

سلمان تاثیر کے ان کفریہ کلمات پر ذرائع ابلاغ کے ذریعے کئی علماء نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا لیکن وہ اپنے کفر پر مصر رہا بلکہ الٹا اعلانیہ علمائے کرام کے شرعی فتووں کا استخفاف کرتا رہا جو کہ فی نفسہ وجوہ کفر میں سے ہے اور یہاں تک بھی کہتا رہا کہ میں علماء کے فتووں کو جوتی کی نوک پر رکھتا ہوں۔ جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی

ہے کہ وہ تا دم قتل توبہ کی توفیق سے محروم رہا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ احناف کے نزدیک مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر مرتد کو توبہ کا مطالبہ کیے بغیر بھی قتل کر دیا جائے تو وہ جائز ہے جبکہ سلمان تاثیر سے تو کئی علماء نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے توبہ کا مطالبہ بھی کیا تھا لیکن وہ اپنے کفر پر مصر رہا۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

'الا ان العرض على ما قالوا غير واجب لان الدعوة بلغته'.

(الهداية ۲/ ۵۸۴)

مرتد پر اسلام پیش کرنا مشائخ کے قول کے مطابق واجب نہیں کیونکہ اسے دعوت پہنچ چکی ہے۔

دوسرے سوال کا جواب:

سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا قانون تحفظ ناموس رسالت کو کالا قانون قرار دینا اور اس قانون کے تحت سزا پانے والی ایک ملزمہ کی سزا کو ایک سخت اور بڑی ظالم سزا کہنا، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے ایک ایسے قانون کا استخفاف وتوہین اور استہزاء کیا ہے جسے وفاقی شرعی عدالت بطور حد نافذ کرنے کا حکم سنا چکی ہے۔ وفاقی شرعی عدالت میں جب اس قانون میں ترمیم کی درخواست زیر سماعت تھی تو تقریباً تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے عدالت کی معاونت کرتے ہوئے کتاب وسنت کے دلائل سے یہ ثابت کیا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے اور اس پر پوری اُمت متفق ہے۔ انہی شرعی دلائل کی روشنی میں وفاقی شرعی عدالت نے گستاخ

رسول کو سزائے موت کا مستوجب قرار دیتے ہوئے اس سزا کو بطور حد نافذ کرنے کا حکم سنایا۔ وفاقی شرعی عدالت کا یہ فیصلہ کتاب و سنت کے عین مطابق ہے۔ تمام فقہی مذاہب بھی اس پر متفق ہیں کہ شاتم رسول کو حداً قتل کیا جائے گا۔ جمہور فقہاء اسے گستاخی کی حد قرار دیتے ہیں جبکہ احناف اور بعض شوافع گستاخ مسلمان پر حد کفر وارتداد کا حکم لگاتے ہیں لیکن اس پر سبھی متفق ہیں کہ گستاخ رسول کو دی جانے والی یہ سزا ایک شرعی حد ہے۔ لہذا کسی شرعی حد کا استخفاف وتوہین اور استہزاء کرنا، اسے کالا قانون کہنا اور اس کے تحت دی جانے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ کہنا صریحاً کفریہ کلمات ہیں جن کا صدور مسلمان تاثیر سے ہوا۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ایسا طرز عمل اختیار کرنے والوں کو منافق اور کافر قرار دیتے ہوئے انہیں دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا'.

اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اُتار چکا یہ کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار اور ان کے ساتھ مذاق کیا جارہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہی جیسے ہی ہو، بے شک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

(النساء: ۱۴۰)

۲۔ اللہ ربّ العزت یہ بھی ارشاد فرماتا ہے:

ذلک لتؤمنوا باللہ و رسوله، وتلک حدود الله، وللكفرين عذاب اليم

یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(سورة المجادلة: ۴)

اس آیت مبارکہ کے تحت تمام جلیل القدر مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہاں کافر سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدود اللہ کو قبول نہیں کرتے اور اللہ کی مقرر کردہ حدوں کی جگہ دوسری حدیں مقرر کر لیتے ہیں یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے یا ان کا انکار کرتے ہیں اور ان حدود پر جھگڑا کرتے ہیں۔ اس سے اگلی آیت (۵) کے تحت علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کی مقرر کردہ حدود کے سوا دوسری حدیں خود وضع کر لیتے ہیں یا دوسروں کی وضع کردہ حدود کو اختیار کرتے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ نے بیضاوی کی اس تفسیر سے اتفاق کرتے ہوئے شیخ الاسلام سعد اللہ چلپی کا یہ قول نقل کیا ہے:

'ففيه وعيد عظيم للملوك وأمرا السوء الذين وضعوا اموراً خلاف ما حده الشرع و سموها اليسا والقانون'.

اس آیت میں ان بادشاہوں اور حکام سوء کے لیے سخت وعید ہے جنہوں نے شریعت کی مقرر کردہ حدود کے خلاف بہت سے احکام وضع کر لیے ہیں اور ان کا نام قانون رکھا ہے۔

(روح المعانی: ۲۸/۳۰۱)

پھر علامہ آلوسیؒ شرعی قوانین کے مقابلے میں وضعی قوانین کی حیثیت پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'لا شک فی کفر من یستحسن القانون و یفضله علی الشرع و یقول : هو اوفق بالحکمة واصلح للأمة، و یتمیز غیظاً و یتقصف غضباً اذاقیل له فی امر : امر الشرع فیه کذا کما شاهدنا ذلک فی بعض من خذلهم الله'.

اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے جو (انسان کے وضع کردہ) قانون کو مستحسن اور شریعت کے مقابلہ میں افضل قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ زیادہ حکیمانہ اور قوم کے لیے زیادہ مناسب وموزوں ہے اور جب کسی معاملہ میں اس سے کہا جائے کہ شریعت کا حکم اس کے بارے میں یہ ہے تو اس پر غصے میں بھڑک اٹھتا ہے جیسا کہ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے جن پر اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے۔

(روح المعانی:۲۸/۳۰۲)

۳۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ

اگر آپ ﷺ ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرماؤ، کیا اللہ اس کی آیتوں اور اسکے رسول سے ہنستے ہو؟ بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد،

إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ'.

اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کریں تو دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس لئے کہ وہ مجرم تھے۔

(التوبه : ٦٦،٦٥)

امام عمر نسفیؒ توہین شریعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

'والاستهانة بها کفر والاستهزاء علی الشریعة کفر'.

اور شریعت کی توہین کرنا اور شریعت کا مذاق اُڑانا کفر ہے۔

(العقائد النسفیة :١٦٨)

علامہ سعد الدین تفتازانیؒ نے اس کی شرح میں لکھا:

'لان ذلک من امارات التکذیب'.

کیونکہ یہ چیز تکذیب و جھٹلانے کی علامات میں سے ہے۔

(شرح العقائد النسفیة :١٦٨)

ہٹ دھرمی یا ذاتی پسند اور ناپسند یا اہل کفر کو خوش کرنے کے لیے قرآن حکیم کے کسی حکم کو نہ ماننا اور اسے کالا قانون قرار دینا اور اس قانون کے تحت ملنے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ قرار دینا اور اس قانون کو غیر موثر بنانے کے درپے ہو جانا نہ صرف شریعت کا استخفاف ہے بلکہ کتاب وسنت کے احکام میں جدال کرنے کے زمرے میں بھی آتا ہے جو کہ سراسر کفر ہے۔

ابن نجیم "فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

'وفی البزازیة قیل قلم الاظفار سنة فقال لا افعل و ان کان سنة کفر'.

فتاویٰ بزازیہ میں ہے ایک شخص سے کہا گیا کہ ناخن تراشنا سنت ہے۔اس نے کہا میں نہیں تراشوں گا اگر چہ سنت ہے،تو یہ کہنے والا شخص کافر ہو جائے گا۔

(فتح الغفار :۲۵۳)

محیط برھانی میں ہے:

'رجل قال مع اخر : کلما کان یاکل رسول ﷺ کان یلحس اصابعه الثلاث ،فقال ذلک الرجل (نعوذ بالله)این بی ادبی است ،فهذا کفر .... رجل قال لاخر : احلق رأسک وقلم اظفارک فان هذا سنة رسول ﷺ فقال ذلک الرجل لا افعل و ان کان سنة فهذا کفر

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے بعد اپنی تینوں انگلیاں مبارکہ چاٹ لیا کرتے تھے اس پر اس شخص نے کہا (نعوذ باللہ) یہ خلاف آداب ہے تو یہ کفر ہے۔۔۔اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اپنا سر منڈوا دو یا اپنے ناخن کاٹ لو یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس پر دوسرے شخص نے کہا: میں یہ کام نہیں کروں گا اگر چہ یہ سنت ہو۔

لانه قال ذالک علی سبیل الانکار و الردو کذافی سائر السنن خصوصاً فی سنة معروفة و ثبوتها بالتواتر کالسواک و غیره'.

یہ کفر ہے کیونکہ اس نے یہ بات انکار اور رد کے طور پر کہی ہے یہی حکم تمام سنتوں کا ہے جو معروف ہیں اور جن کا ثبوت تواتر سے ہے جیسے مسواک وغیرہ۔

(المحیط البرھانی :۴۰۸/۷)

کفر وارتداد اختیار کرنے والے کا حکم بھی ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ وہ اگر توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔

تیسرے سوال کا جواب:

اسی طرح عقیدہ ختم نبوت نصوص صریحہ اور دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

'مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا'.

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(الاحزاب: ۳۳: ۴۰)

حضور ﷺ کے متعدد ارشادات بھی اس عقیدہ پر نصوص صریحہ کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

' انا خاتم النبیین '

میں آخری نبی ہوں۔

(مسلم : کتاب الفضائل : باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاتم النبیین)

معروف حنفی فقیہ شیخ ابن نجیم ؒ فرماتے ہیں:

'اذالم یعرف ان محمد ﷺ اخر الانبیاء فلیس بمسلم و لانه من الضروریات '۔

جب کوئی یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

(الاشباہ والنظائر: ۹۱/۲)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

'اذا لم یعرف الرجل آن محمد ﷺ آخر الانبیاء (علیهم و علی نبینا السلام) فلیس بمسلم، کذا فی الیتیمه '.

جب کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا اسی طرح یتیمہ میں ہے۔

(الفتاویٰ الهندیه : ۳۶۳/۲)

امام عبدالوہاب شعرانی ؒ نے عقیدۂ ختم نبوت پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھا:

'اعلم ان الاجماع قد انعقد علی انه خاتم المرسلین کما انه خاتم النبیین '.

جان لو اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین ہیں جیسا کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

(الیواقیت والجواهر: ۲۳۹/۲)

علامہ ابن عابدین شامی ؒ فرماتے ہیں:

'وکذا مخالفة او انکار ما اجمع علیه بعد العلم به لان ذلک دلیل علی ان التصدیق مفقود '.

اور اسی طرح اجماع کی مخالفت کرنا یا کسی منع کے بارے میں یہ جان لینے کے بعد کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے، کا انکار کر دینا۔ یہ کفر ہے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا شخص در حقیقت (قرآن وسنت کی) تصدیق نہیں کرتا۔

(رد المحتار : ۳۴۳/۶)

کتاب وسنت اور فقہائے کرام کے مذکورہ اقوال سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اور جو کوئی بھی اس کا انکار کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کی خاتمیت کا انکار قطعاً کفر ہے اور اس بات کے کفر ہونے میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

چنانچہ سلمان تاثیر جو اپنی بیٹی کی گواہی کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا اور اسے ختم کرانے کے درپے تھا وہ دراصل نہ تو عقیدہ ختم نبوت کو ماننے والا تھا اور نہ ہی وہ قادیانیوں کو عقیدہ ختم نبوت کے انکار کی بنا پر کافر مانتا تھا۔ لہٰذا اس کا یہ عمل بلاشبہ اس کے کفر صریح پر دلالت کرتا ہے اور کفر وارتداد اختیار کرنے والے کا حکم ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ وہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں واجب القتل ہے۔

چوتھے سوال کا جواب:

اس کے بیٹے آتش تاثیر نے اس کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ رات بھر شراب نوشی کرتا تھا اور خنزیر بھی کھاتا تھا تو ان افعال سے اس وقت تک کفر ثابت نہیں ہوتا جب تک ان افعال کا مرتکب انہیں حلال مان کر ان کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص شراب پیتا ہو اور خنزیر کا گوشت کھاتا ہو لیکن یہ بھی سمجھتا ہو کہ ان کا استعمال شریعت اسلامیہ میں حرام ہے تو ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا البتہ اگر وہ یہ سب کچھ شریعت کے استخفاف کی وجہ سے یا حرام کو حلال سمجھ کر کرتا ہے یا فرائض کا انکار کر کے نماز اور روزہ ترک کرتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ بصورت دیگر یعنی امر شرعی کو بلا عذر ترک کرنے اور شریعت کے بیان کردہ محرمات سے بلا عذر اجتناب نہ کرنے پر اسے فاسق کہا جائے گا۔

حضرت ملا علی قاریؒ حرام امور کو حلال جان کر ان سے نہ رکنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں:

'من انكر حرمة الحرام المجمع على حرمته او شك فيها أى يستوى الأمر فيها كالخمر و الزنا واللواطة والربا أو زعم ان الصغائر و الكبائر حلال كفر

جس نے ایسے حرام کو حلال جانا جس کا ضروریات دین میں سے ہونا ثابت ہو جیسے محارم سے نکاح کرنا یا شراب پینا یا مردار، خون اور خنزیر کھانا، اگر اس نے ان اشیاء کو حلال جان کر استعمال کیا تو کافر ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

...ومن استحل حراما و قد علم تحريمه فى الدين :أى ضرورة كنكاح المحارم أو شرب الخمر أو أكل الميتة و الدم و لحم الخنزير ......ان استعمل مستحلا كفر و الا لا فان ارتكب من غير استحلال فسق و فى الفتاوى الصغرىٰ : من قال الخمر حلال كفر'.

(شرح الفقه الأكبر :١٨٨)

اگر اس نے ان حرام کاموں کا ارتکاب انہیں بغیر حلال جانے کیا تو اس صورت میں وہ فاسق ہو گا اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے جس نے کہا کہ شراب حلال ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

فرض کے حکم کے بارے میں امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

'وحكم هذا القسم شرعاً انه موجب للعلم اعتقادا باعتبار انه ثبت بدليل مقطوع به و لهذا يكفر'.

(اصول السرخسى ١/١١١)

اس قسم کا شرعاً حکم یہ ہے کہ فرض علم کو اعتقاداً واجب کرتا ہے کیونکہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہوتا ہے اسی لئے اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے

لہذا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ نماز کا بلا عذر ترک استخفاف شریعت کی وجہ سے کرتا تھا یا وہ ان کی فرضیت کے حوالے سے شک میں مبتلا تھا یا ان کی فرضیت کا

انکاری تھا تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگانا چاہیے یہی معاملہ شراب پینے اور خنزیر کا گوشت کھانے کے حوالے سے ہے۔ البتہ اس کے بیٹے آتش تاثیر کی گواہی کے مطابق قرآن حکیم کے بارے میں اس کا یہ کہنا کہ میں نے اسے پیچھے سے لے کر آگے تک کئی بار پڑھا اور یہی محسوس کیا کہ اس میں میرے لیے کچھ نہیں ہے یہ سراسر قرآن حکیم کا استخفاف اور انکار ہے اور یہ صریح کفر ہے جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کر دیا ہے۔

لہٰذا درج بالا سطور سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ توہین رسالت کے علاوہ بھی وہ متعدد وجوہ کفر کی بنا پر کافر اور اسلام سے خارج ہو چکا تھا جن میں استخفاف شریعت، قرآن حکیم میں شک کرنا، کتاب وسنت کے صریح احکام پر جدال کرنا، عقیدۂ ختم نبوت کے منکرین کو کافر نہ ماننا اور ان سے موالات کرنا اور انہیں کافر قرار دینے والی دستوری شق ختم کرانے کے در پے ہو جانا اور عقیدۂ ختم نبوت کا در پردہ انکار کرنا اور رضا بالکفر شامل ہیں۔ گستاخی رسولؐ اور ان وجوہ کفر کی بنا پر وہ مباح الدم اور واجب القتل ہو چکا تھا۔

پانچویں سوال کا جواب:

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ سلمان تاثیر جو کفر و ارتداد اور گستاخی رسول ﷺ کے ارتکاب پر مباح الدم ہو چکا تھا، اسے ممتاز حسین قادری نے از خود اقدام کرتے ہوئے ماورائے عدالت قتل کر دیا تو کیا ممتاز

حسین قادری کو اسلام کے قانون قصاص و دیت کے تحت کوئی سزا دی جا سکتی ہے یا تعزیری طور پر بھی وہ از روئے شرع کسی سزا کا مستوجب ہے؟ اور از روئے شرع ممتاز حسین قادری کا یہ فعل کیسا ہے؟

اس سلسلہ میں کتاب وسنت کی واضح تصریحات موجود ہیں کہ اہانت رسول کا ارتکاب کرنے والے مباح الدم شخص کو اگر کوئی ماورائے عدالت بھی قتل کرے تو قاتل کے لیے کوئی قصاص یا سزا نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ایسے ملعون کے خون کو رائیگاں قرار دیا ہے بارگاہ نبوت میں ایسے ملعونین کو از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے کے متعدد مقدمات حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے گئے۔ بعض مقتولین کے ورثا کی طرف سے دیت کا مطالبہ بھی کیا گیا لیکن زبان نبوت نے ایسے ملعونین کے خون کو رائیگاں قرار دیدیا اور قتل کرنے والوں کو نہ تو قانون قصاص و دیت کے تحت کوئی سزا دی اور نہ ہی ان پر کوئی تعزیری سزا نافذ فرمائی حتیٰ کہ انہیں تنبیہ تک بھی نہ فرمائی بلکہ بعض مقدمات میں تو ایسے ملعون کو جہنم واصل کرنے والوں کی تحسین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد واقعات پر حضور ﷺ کی گستاخی کرنے والوں اور آپ کو ایذا پہنچانے والوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جیسا کہ اوپر سورۂ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۷، ۶۱، ۶۲ کے تحت بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ سورۂ التوبہ کی آیت ۱۳ تا ۱۵ پھر سورۂ المائدہ کی آیت ۳۳ ان ملعونین کے قتل کیے جانے پر صریحاً دلالت کرتی ہیں۔

یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ملاحظہ ہو:

'وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ'.

اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے سرغنوں کو قتل کرو۔ بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ باز آئیں۔

(التوبۃ :۱۲)

کتب احادیث میں متعدد ایسے واقعات نقل ہوئے ہیں جن میں کسی شاتم یا شاتمہ کو از خود اقدام کرتے ہوئے ماورائے عدالت جہنم واصل کیا گیا تو حضور ﷺ نے ان شاتمین کو قتل کرنے والوں کو قصاصاً قتل کرنا یا تعزیری سزا دینا تو درکنار آپ ﷺ نے انہیں زجر وتوبیخ اور معمولی تنبیہ تک بھی نہ فرمائی۔ تقریباً تمام معتبر کتب تفاسیر میں یہ واقعہ نقل ہوا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا تھا جو حضور ﷺ فیصلے پر مطمئن نہیں ہوا تھا اور اپنا معاملہ ان کی خدمت میں لے آیا تھا۔ مندرجہ ذیل کتب تفاسیر ملاحظہ ہوں:

تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن مردویہ، تفسیر ابن رحیم، تفسیر طبری، تفسیر کشاف، تفسیر کبیر، تفسیر مظہری، درمنثور، تفسیر ابن کثیر

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے حضور ﷺ کی تنقیص کرنے والے بد بخت کو ماورائے عدالت جہنم واصل کرنے کا جو اقدام فرمایا اس کی تائید وتصویب وحی الٰہی نے فرمادی۔ تفسیر الدر المنثور میں منقول ہے

کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے اس منافق کو قتل کرنے کے بعد فرمایا:

'هكذا اقضى بين من لم يرض بقضاء رسول الله فاتى جبريل رسول الله ﷺ فقال: ان عمر قد قتل الرجل و فرق الله بين الحق و الباطل على لسان عمر . فسمى الفاروق'.

اس (بظاہر مسلمان) کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے میرا فیصلہ یہی ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہیں بتایا کہ عمر ؓ نے اس کو قتل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عمر ؓ کی زبان سے حق اور باطل کا فیصلہ کر دیا ہے اس بنا پر حضرت عمر ؓ کو فاروق کا نام دیا گیا۔

(تفسیر الدر المنثور: ۵۸۶/۲)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب حضرت عمر فاروق ؓ نے اس منافق کا سر قلم کیا تو اس کے ورثا اپنا مقدمہ لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں فیصلے کے لیے حاضر ہوئے۔ وحی الٰہی چونکہ حضرت عمر فاروق ؓ کے اس اقدام کی تائید اور تصویب کر چکی تھی اسے لیے حضور ﷺ نے شتم رسول کی بنا پر اس مقتول کے خون کو رائیگاں قرار دیا اگرچہ حضرت عمر فاروق ؓ نے اسے ماورائے عدالت ہی قتل فرمایا تھا۔

اسی طرح اسد الغابہ، جلد ۴ صفحہ ۲۸۷ میں منقول ہے کہ ایک صحابی نے اپنے والد کو حضور ﷺ کو نازیبا کلمات کہنے پر ماورائے عدالت قتل کر دیا تھا لیکن حضور ﷺ پر اس صحابی کا یہ اقدام ہرگز گراں نہ گزرا۔ امین الامت اور عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت عبیدہ بن جراح نے بھی اپنے والد کو اس لیے قتل کر دیا تھا کہ وہ حضور ﷺ کو

سب وشتم کرتا تھا۔ یہ واقعہ امام نوویؒ نے ''المجموع، جلد۹، صفحہ۲۹۵'' میں نقل کیا ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ جب صحابہ کی یہ سنت ہے کہ وہ والد جیسے قریب ترین رشتہ دار گستاخ سے بھی رعایت نہ فرماتے تو پھر غیرت ایمانی سے سرشار محافظ ممتاز حسین قادری بھلا ملعون سلمان تاثیر سے کیسے رعایت کرسکتا تھا خواہ وہ اسی کی حفاظت پر ہی مامور کیوں نہ تھا شاتم کو جہنم واصل کرنے کے لیے حکمت عملی وضع کرنا اور تدبیر کرنا بھی صحابہؓ کی وہ سنت ہے جسے حضور ﷺ کی تائید حاصل ہے۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق جب حضرت محمد بن مسلمہؓ نے حضور ﷺ کے ارشاد پر شاتم رسول کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگانے کا عزم کیا تو حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں (حکمت عملی اور تدبیر) کے طور پر کعب بن اشرف کو اعتماد میں لینے کے لیے آپ کے بارے میں کچھ تعریضی کلمات کہہ لوں تو حضور ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت دیدی تھی۔

واقدی نے المغازی میں جلد ا، صفحہ ۱۶۱ پر عصماء بنت مروان خطمی کے قتل کا واقعہ بیان کیا ہے جو حضور ﷺ کی گستاخی کرتی تھی اور آپ کے خلاف ہجویہ اشعار کہتی تھی۔ نابینا صحابی حضرت عمیر بن عدیؓ نے اسے راتوں رات قتل کر ڈالا جب صبح نماز فجر میں ان کی ملاقات حضور ﷺ سے ہوئی تو حضور ﷺ نے ان سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ انہوں نے اس شاتمہ کو مار ڈالا ہے۔

"وَخَشِيَ عُمَيْرٌ أَنْ يَكُونَ افْتَاتَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهَا، فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ فَإِنَّ أَوَّلَ مَا سَمِعْتُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ إِذَا أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَى رَجُلٍ نَصَرَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ بِالْغَيْبِ فَانْظُرُوا إِلَى عُمَيْرٍ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُنْظُرُوا إِلَى هٰذَا الْأَعْمَى الَّذِي تَشَدَّدَ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ فَقَالَ لَا تَقُلْ الْأَعْمَى ،ولكنه البصير".

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ اس قتل پر نبی کریم ﷺ باز پرس کریں گے۔ چنانچہ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا اس قتل کی وجہ سے مجھ پر کوئی شے (سزا) ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے معاملے میں تو دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے (یعنی کوئی باز پرس نہیں ہوگی) راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ (دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے) پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سنے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا اگر تم پسند کرتے ہو کہ ایسے شخص کی طرف دیکھو کہ جس نے پیٹھ پیچھے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے اس اندھے کو دیکھو جو اللہ کی اطاعت میں کتنا متشدد ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو اندھا نہ کہو بلکہ یہی تو بصارت والا ہے۔

(المغازی للواقدی: ۱۶۱/۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

اس واقعہ سے چند پہلو خوب واضح ہو جاتے ہیں:

(ا) حضرت عمیر بن عدیؓ کے شاتمہ عصماء بنت مروان کے ماورائے عدالت قتل پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پر دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس ملعونہ کے قتل پر حضرت عمیر بن عدیؓ سے کوئی مؤاخذہ یا باز پرس نہ ہوگی۔

(ب) حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن عدیؓ کے اس ماورائے عدالت اقدام قتل کو اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد قرار دیا۔

(ج) حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن عدیؓ کو نابینا ہونے کے باوجود بصارت والا کہہ کر ان کی تحسین فرمائی بلکہ حضرت عمرؓ کو تنبیہ فرمائی کہ انہیں نابینا نہ کہیں۔

اگر اس شاتمہ کو ماورائے قانون قتل کرنا کوئی جرم ہوتا تو حضور ﷺ اس واقعہ پر حضرت عمیر بن عدیؓ کی تحسین نہ فرماتے اور نہ ہی ان کے اس اقدام کو اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد قرار دیتے۔ اسی طرح سنن ابی داؤد، جلد۲، صفحہ۲۳۴ میں دو ایسے ہی واقعات منقول ہیں پہلے واقعہ میں نابینا صحابی نے اپنی لونڈی کو اور دوسرے واقعہ میں ایک صحابی نے ایک یہودی عورت کو حضور ﷺ کو سب وشتم کرنے کی بنا پر قتل کر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے دونوں کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن امیہؓ کی اس مشرکہ بہن کے خون کو بھی رائیگاں قرار دیا جس کو انہوں نے حضور ﷺ کی اہانت اور گستاخی کی بنا پر ماورائے عدالت قتل کر دیا تھا۔ تفصیلی واقعہ المعجم الکبیر، جلد۱۷، صفحہ۶۴ میں منقول ہے۔

مذکورہ تینوں واقعات میں حضور ﷺ نے گستاخی کرنے والی عورتوں کے

خون کو ماورائے عدالت قتل کے بعد رائیگاں اور باطل قرار دے دیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ شاتم کے قاتل پر نہ تو قصاص ہے نہ دیت۔

فقہائے کرام نے بھی اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے کہ جو شخص شرعاً واجب القتل اور مباح الدم ہو اگر کوئی دوسرا شخص اسے از خود قتل کر دے تو اس قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت لازم نہیں آئے گی کیونکہ دیت اور قصاص آدمی کی عزت اور جان کی حرمت کی وجہ سے لازم آتے ہیں۔ گستاخ اور مرتد کی کوئی عزت اور جان کی کوئی حرمت نہیں ہوتی اسی لیے شریعت اسے مباح الدم قرار دیتی ہے اور ایسے مباح الدم کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت لازم نہیں آتی۔ اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مذکورہ متعدد فیصلے ہیں۔

۱۔ معروف حنفی فقیہ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

'وَمَنْ قَتَلَ حَلَالَ الدَّمِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ كَمَنْ قَتَلَ مُرْتَدًّا'۔

جس شخص نے حلال الدم (جس کو قتل کرنا جائز ہو) کو قتل کیا اس پر کوئی شی نہیں (کوئی سزا نہیں) جیسا کہ کوئی شخص مرتد کو قتل کر دے۔

(المبسوط: ۱۲۱/۶)

۲۔ شوافع کا موقف ملاحظہ فرمائیں:

'لَوْ قَتَلَ الْمُسْلِمُ مُرْتَدًّا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ'۔

اگر کوئی مسلمان کسی مرتد کو قتل کر دے تو اس قاتل پر کوئی الزام نہیں۔

(الأم: ۶/۶۶)

٣۔ اَلثَّانِیْ : عِصْمَةُ الْمَقْتُوْلِ بِاَنْ لَّایَکُوْنَ مُهْدَرُ الدَّمِ فَلَا کَفَّارَةَ وَلَادِیَةَ عَلٰی قَاتِلِ حَرْبِیٍّ اَوْ مُرْتَدٍ اَوْ زَانٍ مُّحْصَن

(قصاص اور دیت کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ مقتول معصوم ہو اور مہدر الدم نہ ہو پس حربی، مرتد یا شادی شدہ زانی کے قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ دیت ہے (کیونکہ یہ مہدر الدم ہیں)۔

(مَنَارالسبیل : ۲۱۸/۲، باب شروط القصاص فی النفس)

امام عبدالقاہر بغدادیؒ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ مرتد کو قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے .

'واجمعوا علی انه لا یحل ذبیحة المرتد و لانکاحه و لا دیة و لا قصاص علی قاتله'.

اور اس پر اجماع ہے کہ نہ مرتد کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ اس کا پر دیت اور قصاص نہیں ہے۔

(کتاب اصول الدین :۳۲۸)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مذکورہ بالا فیصلوں اور فقہائے کرام کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ممتاز حسین قادری کا سلمان تاثیر کو از خود قتل کرنا شریعت اسلامیہ کے مطابق ایسا فعل نہیں ہے جس پر اس سے قصاص یا دیت کا تقاضا کیا جا سکے یا اسے کوئی تعزیری سزا دی جا سکے بلکہ اسے باعزت بری کیا جانا ہی شریعت اسلامیہ کا تقاضا ہے کیونکہ سلمان تاثیر شتم واہانت رسول اور کفر وارتداد کے باعث مباح الدم ہو چکا تھا اور اس کا خون رائیگاں ہو چکا تھا۔ لہٰذا انسداد دہشت گردی کی عدالت نے ممتاز حسین قادری کو سزائے موت دینے کا جو فیصلہ یکم اکتوبر 2011ء کو سنایا ہے وہ کتاب وسنت کی رو سے سراسر غلط اور ناانصافی پر مبنی ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جب بھی کسی عدالت کے روبرو شاتم رسول ﷺ کو ماورائے عدالت قتل کرنے کا مقدمہ پیش ہو تو اسے سب سے پہلے یہ تحقیق کرنی چاہیے کہ مقتول نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا یا نہیں، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا تو وہ مباح الدم قرار پائے گا۔ اگر ایسے شخص کو ماورائے عدالت بھی قتل کر دیا جائے تو قتل کرنے والے پر کوئی سزا نہیں نہ قصاصاً نہ تعزیراً، البتہ اس کے برعکس یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول نے گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب نہیں کیا تھا تو قاتل کو اس قتل ناحق پر سزائے موت دی جائے گی اور یہ اس نوعیت کی سزا ہے جو قتل ناحق پر کسی بھی قاتل کو دی جاتی ہے۔

زیر غور معاملہ کا ایک انتہائی اہم پہلو یہ بھی ہے کہ سلمان تاثیر چونکہ گورنر تھا اس لیے آئین پاکستان کی رو سے اس کے خلاف 295c کے تحت فوجداری مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ آئین کے آرٹیکل 248 کی ذیلی دفعات (2,3) کے تحت صدر اور گورنر کو یہ استثنیٰ (Immunity) حاصل ہے کہ ان کے عہدے کی میعاد کے دوران ان کے خلاف نہ تو کوئی فوجداری مقدمہ قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی بھی عدالت سے ان کی گرفتاری یا قید کے لیے حکم جاری ہو سکتا ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تھانہ سول لائنز میں اس کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کے لیے درخواست بھی دی گئی تھی لیکن متعلقہ حکام نے اسے حاصل مذکورہ دستوری استثنیٰ کی بنا پر اس کے خلاف مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔

(ملاحظہ ہو: روزنامہ نوائے وقت، ایکسپریس، جنگ لاہور مورخہ 8 اکتوبر 2009ء)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آئین پاکستان نے خود سلمان تاثیر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا راستہ مسدود کر دیا تھا اندریں صورت حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ معاملہ کی نزاکت کو بھانپ کر اسے معزول کر دیتی تا کہ اس کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جاسکتی کیونکہ شرعی نکتہ نظر سے ہٹ کر بھی اس نے درج ذیل قابل گرفت افعال کا ارتکاب کیا تھا:

1۔ اس نے اس قانون کو کالا قانون قرار دیا تھا جو ملک میں رائج اور نافذ العمل تھا جسے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر پارلیمنٹ کی منظوری سے رائج کیا گیا تھا۔ صوبے کے آئینی سربراہ ہونے کی حیثیت سے اس کا یہ اقدام قابل گرفت تھا کیونکہ اس کا وظیفہ قانون کی پاسداری اور تحفظ تھا نہ کہ قانون شکنی اور قانون کے خلاف بغاوت اور اپنے ہی ملک کی عدالتوں اور قانون ساز اداروں کی توہین۔

2۔ اس نے مجاز عدالت سے ملک میں رائج قانون کے تحت سزا یافتہ مجرمہ کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے اس کی سزا کو ظالمانہ اور سخت قرار دیا اس کا یہ اقدام توہین عدالت کے ساتھ ساتھ قانون کی پاسداری کے تصور کے بھی خلاف تھا۔

3۔ اس نے اپنے اقدامات سے اس حلف کی بھی خلاف ورزی کی جو اس نے گورنر کا منصب سنبھالتے ہوئے اُٹھایا تھا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ سلمان تاثیر نے اس حلف کی مذکورہ دفعات کی پاسداری کرنے کی بجائے حلف شکنی کا ارتکاب کیا۔ قانون کے مطابق کسی سے انصاف کرنا تو درکنار اس نے اپنے ملک کے رائج قانون کو ہی کالا قانون قرار دے دیا اور قانون کے مطابق کیے گئے عدالتی فیصلے کو بھی اپنے قدموں تلے روند ڈالا۔ اس نے سزا یافتہ

شاتمہ کے ساتھ اپنے حلف کی خلاف ورزی بھی کی اور یہ اقدام اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے کیا جس کا اظہار اس نے اپنے ایک انٹرویو میں برملا کر دیا تھا:

(Youtube Salman taseer live with meher Bukari in News beat SAMA T.V 11.1.2001)

ملک میں رائج ایک اسلامی قانون کو کالا قانون کہہ کر اس نے اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے حلف کے ساتھ سنگین مذاق کیا۔ اس طرح وہ ذاتی اغراض کی خاطر اپنے سرکاری منصب اور اس کے تقاضوں کو نبھانے سے بھی عملاً روگرداں ہوا۔

لیکن ان حالات میں حکومت نے مجرمانہ غفلت کرتے ہوئے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور وہ اپنے منصب پر قائم رہ کر پاکستان کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرتا رہا۔ اگر حکومت ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اسے اس کے منصب سے الگ کر دیتی تو صورت حال بالکل مختلف ہوتی۔

چونکہ پاکستان میں شاتم رسولؐ کے ساتھ نمٹنے کے لیے قانونی راستہ موجود ہے اس لیے عام حالات میں کسی بھی شاتم کے خلاف ماورائے عدالت کاروائی کرنے کی بجائے اس سے قانون کے تحت نمٹنا مناسب اور قابل ترجیح ہے۔ سلمان تاثیر کا معاملہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر ایک مخصوص معاملہ قرار پاتا ہے:

1۔ سلمان تاثیر کے گستاخ ہونے پر ملک کے نامور علماء نے فتوے دیئے تھے جن کے بعد اس کے گستاخ ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا جبکہ شرعی فتویٰ کے بغیر کسی کو شاتم یا مرتد قرار دینے میں حزم واحتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کم از کم ایک عام شخص اپنی دینی معلومات پر انحصار کرتے ہوئے کسی کے بارے میں یہ رائے قائم نہیں

کرسکتا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے یا اس نے گستاخی رسالتمآب ﷺ کا ارتکاب کیا ہے الا یہ کہ کفر و گستاخی کے کلمات صریح ہوں۔

2۔ سلمان تاثیر کے خلاف قانونی کارروائی اسے حاصل دستوری استثنٰی کی وجہ سے ناممکن تھی لیکن کسی دوسرے شخص کو اگر یہ استثنٰی حاصل نہ ہو اور اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جاسکتی ہو تو اسے ازخود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے کی بجائے ترجیحاً اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا راستہ ہی اختیار کرنا چاہیے۔

3۔ سلمان تاثیر کی گستاخی کا شہرہ تو پاکستان کے طول و عرض میں پھیل چکا تھا۔ اس نے میڈیا کے ذریعے اپنے گستاخانہ اقوال و افعال کا اظہار کر دیا تھا اس لیے اس کی گستاخی کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی شہادتیں موجود تھیں۔ اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان کسی شاتم کو موقع پر ہی ازخود اقدام کرتے ہوئے قتل کر دے گا تو وہ اپنے دفاع میں شہادتوں کے حصول سے محروم ہو جائے گا جس پر وہ عدالت میں اپنا مقدمہ ثابت نہیں کر سکے گا لہذا اس کے لیے قانون پر خود عمل کرنے کی بجائے عدالت و قانون کا راستہ اختیار کرنا ہی انسب ہے۔

تلخیص بحث

اس تفصیل سے سائل کے تمام سوالوں کا جواب سامنے آگیا جسے ہم مزید وضاحت کی خاطر تلخیصاً نکات وار درج کرتے ہیں:

1۔ جو مسلمان نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور مستحق قتل ہوتا ہے۔

2۔ یہ سزا عدالت ہی کے ذریعے نافذ ہونی چاہیے (خصوصاً اس لیے بھی کہ پاکستان میں اس سلسلے میں قانون موجود ہے)

3۔ تاہم اگر کوئی مسلمان نبی کریم ﷺ کی محبت سے مغلوب ہو کر حالت اشتعال میں ایسے بدبخت شخص کو قتل کر دے تو وہ مستحق ملامت و سزا نہیں ہے اور عدالت اگر قرائن و شواہد سے اسی نتیجے پر پہنچے کہ قتل کی کوئی دوسری وجہ نہیں ہے تو اسے اس قتل کرنے والے کو بری کر دینا چاہیے۔

4۔ تاہم اگر کوئی مسلمان اس قانون سے ناجائز فائدہ اٹھائے اور کسی کے خلاف توہین رسالت کا ناجائز مقدمہ درج کرائے تو عدالت کو موجودہ قانونی انتظام کے تحت اسے کڑی سے کڑی تعزیری سزا دینی چاہیے۔

5۔ اگر کوئی مسلمان کسی کو شاتم رسول سمجھتے ہوئے ماورائے قانون ازخود اقدام کرتے ہوئے قتل کر دیتا ہے اور عدالت میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مقتول شاتم نہیں تھا تو قاتل کو اس قتل ناحق پر سزائے موت دی جانی چاہیے۔

6۔ اسلام انسانی جان کے احترام کا علمبردار ہے اور کسی کو بلا وجہ قتل کرنے کی

اجازت نہیں دیتا لیکن توہین رسالت کرنے والے کا قتل ایک استثنائی معاملہ ہے جس کا واضح شرعی اور عقلی جواز اور حکمتیں موجود ہیں۔

7۔ واقعات وشواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سلمان تاثیر توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا اور واجب القتل تھا یعنی اگر اس کا کیس عدالت میں جاتا تو اسے قتل کی سزا ملنی چاہیے تھی۔ نیز وہ ختم نبوت کا منکر تھا اور استخفاف وتوہین شریعت کا بھی مجرم تھا اور آسیہ مسیح کے کفر پر راضی ہوا تھا یہ تمام وجوہ شرعاً اسے مباح الدم بناتی ہیں لیکن ملکی قانون اسے سزا دینے میں رکاوٹ تھا لہٰذا نبی کریم ﷺ کی محبت سے مغلوب ہو کر غازی ممتاز حسین قادری نے اسے قتل کر دیا۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے غازی ممتاز حسین قادری نہ مستحق سزا ہیں اور نہ حقدار ملامت۔

8۔ ماتحت عدالت نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ غازی ممتاز حسین قادری نے جو کچھ کیا وہ اسلامی لحاظ سے درست تھا (گویا عدالت کا کہنا یہ ہے کہ مقتول سلمان تاثیر توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا اور غازی ممتاز حسین قادری نے اسے قتل کیا جو اسلامی لحاظ سے جائز ہے)۔ اس کے بعد غازی ممتاز حسین قادری کو کسی دوسرے (ملکی) قانون کے تحت پھانسی، قید یا جرمانے کی سزا دینا جائز نہیں ہے۔

هذا من عندنا والعلم عند الله،

درج ذیل میں تمام مکاتب فکر کے ممتاز علمائے کرام کے تائیدی دستخط نظر قارئین ہیں:

استثنائی معاملہ ہے جس کا واضح شرعی اور عقلی جواز اور حکمتیں موجود ہیں۔

۷۔ واقعات وشواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سلمان تاثیر توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا اور واجب القتل تھا یعنی اگر اس کا کیس عدالت میں جاتا تو اسے قتل کی سزا ملنی چاہیے تھی۔ نیز وہ ختم نبوت کا منکر تھا اور استخفاف وتوہین شریعت کا بھی مجرم تھا اور آسیہ مسیح کے کفر پر راضی ہوا تھا یہ تمام وجوہ شرعاً اسے مباح الدم بناتی ہیں لیکن ملکی قانون اسے سزا دینے میں رکاوٹ تھا لہٰذا نبی کریم ﷺ کی محبت سے مغلوب ہو کر غازی ممتاز حسین قادری نے اسے قتل کر دیا۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے غازی ممتاز حسین قادری نہ مستحق سزا ہیں اور نہ حقدار ملامت۔

۸۔ ماتحت عدالت نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ غازی ممتاز حسین قادری نے جو کچھ کیا وہ اسلامی لحاظ سے درست تھا (گویا عدالت کا کہنا یہ ہے کہ مقتول سلمان تاثیر توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا اور غازی ممتاز حسین قادری نے اسے قتل کیا جو اسلامی لحاظ سے جائز ہے)۔ اس کے بعد غازی ممتاز حسین قادری کو کسی دوسرے (ملکی) قانون کے تحت پھانسی، قید یا جرمانے کی سزا دینا جائز نہیں ہے۔

هذا من عندنا والعلم عند الله،

(مفتی) محمد خان قادری

بانی و سربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور

دار الافتاء

ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ لاہور

الجواب صحیح وصواب والمجیب مصیب ومثاب

۲۳ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

۱۸ جنوری ۲۰۱۲ء

مرکز اہلسنت پاکستان

298-A مسلم ٹاؤن لاہور

انتظام کے تحت اسے کڑی سے کڑی تعزیری سزا دینی چاہیے۔

۵۔ اگر کوئی مسلمان کسی کو شاتم رسول ﷺ سمجھتے ہوئے ماورائے قانون از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کر دیتا ہے اور عدالت میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مقتول شاتم نہیں تھا تو قاتل کو اس قتل ناحق پر سزائے موت دی جانی چاہیے۔

۶۔ اسلام انسانی جان کے احترام کا علمبردار ہے اور کسی کو بلاوجہ قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن توہین رسالت کرنے والے کا قتل ایک استثنائی معاملہ ہے جس کا واضح شرعی اور عقلی جواز اور حکمتیں موجود ہیں۔

۷۔ واقعات و شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سلمان تاثیر توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا اور واجب القتل تھا یعنی اگر اس کا کیس عدالت میں جاتا تو اسے قتل کی سزا ملنی چاہیے تھی۔ (نیز وہ ختم نبوت کا منکر تھا اور استخفاف و توہین شریعت کا بھی مجرم تھا اور آسیہ مسیح کے کفر پر راضی ہوا تھا یہ تمام وجوہ شرعاً اسے مباح الدم بناتی ہیں لیکن ملکی قانون اسے سزا دینے میں رکاوٹ تھا تو نبی کریم ﷺ کی محبت سے مغلوب ہو کر غازی ممتاز حسین قادری نے اسے قتل کر دیا۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے غازی ممتاز حسین قادری نہ مستحق سزا ہیں اور نہ حقدار ملامت۔

۸۔ ماتحت عدالت نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ غازی ممتاز حسین قادری نے جو کچھ کیا وہ اسلامی لحاظ سے درست تھا (گویا عدالت کا کہنا یہ ہے کہ مقتول سلمان تاثیر توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا اور غازی ممتاز حسین قادری نے اسے قتل کیا جو اسلامی لحاظ سے جائز ہے)۔ اس کے بعد غازی ممتاز حسین قادری کو کسی دوسرے (ملکی) قانون کے تحت پھانسی، قید یا جرمانے کی سزا دینا جائز نہیں ہے۔

ھذا من عندنا والعلم عند اللہ۔

(مفتی) محمد خان قادری

بانی و سربراہ جامعہ اسلامیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھذا الجواب عین الصواب

والمجیب بفضل اللہ مصیب ومثاب

الجواب صحیح والمجیب مصیب

دارالافتاء

17-1-012

دارالافتاء

23.1.12

الجواب صحیح والمجیب مصیب

الجواب صحیح والمجیب صحیح

الجواب صحیح

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ مؤمن اپنے تمام معاملات زندگی میں فیصلہ کن قانون اسلامی شریعت کو تسلیم کرے۔ اور جو شخص دل سے اسلامی شریعت کو فیصلہ کن قانون تسلیم نہیں کرتا یا اس کے کسی حکم کا استہزاء، استخفاف یا توہین کرتا ہے تو وہ منافق اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما" (سورۃ النساء ۶۵) وقال ایضا: "واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول رايت المنافقين يصدون عنك صدودا" (سورۃ النساء ۱۰۴) وقال العلامة قاضیخان رحمۃ اللہ علیہ:

رجل بينه وبين غيره خصومة فقال رجل حكم خدائى چنيں است فقال آخر من حكم خدا را چه دانم قال ابوقاسم رحمه الله هو كفر لانه استخفاف بامر الله (فتاوى قاضی خان ۳/۵۷۵)

بنا بریں صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان مذکور شخص نے اگر تحفظ ناموس رسالت کے اجماعی قانون کو اسلامی قانون سمجھتے ہوئے "کالا قانون، سخت اور ظالم سزا" یا "مجھے پڑھنے کیلئے صرف قرآن ہی دیا گیا تو میں نے اسے پیچھے سے لیکر آگے تک کئی بار پڑھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس میں میرے لئے کچھ بھی نہیں تھا" کہہ کر اس کا استخفاف و توہین کی ہے تو یہ شخص اس بناء پر مرتد و مباح الدم ہو چکا تھا۔ ایسی صورت میں اس کو قتل کر کے اللہ کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کرنے والا شخص قصاص و دیت کا مستحق نہیں بن سکتا۔ قال العلامة ابن عابدين رحمۃ اللہ علیہ:

اجمع المسلمون ان شاتمه كافر وحكمه القتل (۴/۲۳۲)

وقال ایضا:

وما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف (۳/۳۱۱)

وفی الہندیۃ:

(ومنها) ما يتعلق بالقرآن ــــ اذا انكر الرجل آية من القرآن او تسخر بآية من القرآن او عاب كفر كذا في التتارخانية ــــ ولو قال قرأت القرآن كثيرا فما رفعت الجناية عنا يكفر كذا في الخلاصة (۲۶۶/۲)

وقال العلامة ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ:

ومن وصف الله تعالىٰ بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده يكفر وكذا مخالفة ما اجمع عليه وانكاره بعد العلم به يعني من امور الدين كفر (شرح فقہ الاکبر ۲۲۷) فقط واللہ اعلم

شاہد عبید
دار الافتاء، جامعہ اشرفیہ لاہور
۲۳ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ / ۱۸ جنوری ۲۰۱۲ء

الجواب صحیح
داؤد احمد عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد زکریا

دار الافتاء

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ مؤمن اپنے تمام معاملات زندگی میں فیصلہ کن قانون اسلامی شریعت کو تسلیم کرے۔ اور جو شخص دل سے اسلامی شریعت کو فیصلہ کن قانون تسلیم نہیں کرتا یا اس کے کسی حکم کا استہزاء، استخفاف یا توہین کرتا ہے تو وہ منافق اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما" (سورۃ النساء ۶۵) وقال ایضا: "واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول رايت المنافقين يصدون عنك صدودا" (سورۃ النساء ۱۰۴) وقال العلامة قاضیخان رحمۃ اللہ علیہ:

رجل بينه وبين غيره خصومة فقال رجل حكم خدائى چنيں است فقال آخر من حكم خدا را چه دانم قال ابوقاسم رحمه الله هو كفر لانه استخفاف بامر الله (فتاوى قاضی خان ۳/۵۷۵)

بنا بریں صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان مذکور شخص نے اگر تحفظ ناموس رسالت کے اجماعی قانون کو اسلامی قانون سمجھتے ہوئے "کالا قانون، سخت اور ظالم سزا" یا "مجھے پڑھنے کیلئے صرف قرآن ہی دیا گیا تو میں نے اسے پیچھے سے لیکر آگے تک کئی بار پڑھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس میں میرے لئے کچھ بھی نہیں تھا" کہہ کر اس کا استخفاف و توہین کی ہے تو یہ شخص اس بناء پر مرتد و مباح الدم ہو چکا تھا۔ ایسی صورت میں اس کو قتل کر کے اللہ کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کرنے والا شخص قصاص و دیت کا مستحق نہیں بن سکتا۔ قال العلامة ابن عابدين رحمۃ اللہ علیہ:

اجمع المسلمون ان شاتمه كافر وحكمه القتل (۴/۲۳۲)

وقال ایضا:

وما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف (۳/۳۱۱)

وقال العلامة ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ:

ومن وصف الله تعالىٰ بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده يكفر وكذا مخالفة ما اجمع عليه وانكاره بعد العلم به يعني من امور الدين كفر (شرح فقہ الاکبر ۲۲۷) فقط واللہ اعلم

وفی الہندیۃ (ومنها) ما يتعلق بالقرآن ــــ اذا انكر الرجل آية من القرآن او تسخر آية من القرآن او عاب كفر كذا في التتارخانية ولو قال قرأت القرآن كثيرا فما رفعت الجناية عنا يكفر كذا في الخلاصة (۲۲۶، ۲۲۷)

شاہد عبید
دار الافتاء، جامعہ اشرفیہ لاہور
[illegible]

الجواب صحیح
داؤد احمد عفی عنہ

1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۹)

یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے وہی لوگ ظالم ہیں۔

جناب محترم و مکرم سرکار علامہ مفتی محمد خان قادری دام عزہ کی طرف سے سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی ذات کے حوالے سے استفتاء میں اس کی طرف منسوب بیان کردہ عقائد و نظریات و اعمال و افعال و بیانات اگر تزکیۃ الشھود کی روشنی میں صحیح اور مبنی بر حقیقت ہیں تو ایسے عقائد و نظریات اور افعال محرسہ کا حامل شخص نہ صرف احکام اسلام اور حدود الٰہی کے انکار و مخالفت اور برسر عام تضحیک و استہزاء کے گناہ کا مرتکب ہوا ہے بلکہ حدود اللہ کو معطل کرنے اور معطل کرانے کے جرم اور اللہ تعالیٰ اور حضرت ختمی مرتبت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھلم کھلا جنگ اور مخالفت اور انکار کا مرتکب ہوا ہے۔

وعن علی بن ابراھیم عن ابیه عن ابن محبوب عن علی ابن حمزه عن ابی بصیر عن عمران بن میثم او صالح بن میثم عن ابیه فی حدیث طویل ان امراۃ اتت امیر المومنین علیه السلام فاقرت عنده بالزنا اربع مرات قال فرفع راسه الی السماء و قال اللھم انه قد ثبت علیها اربع شھادات ... وانک قد قلت لنبیک صلی اللہ علیه وآله وسلم فیما اخبرته من دینک یا محمد من عطل حدا من حدودی فقد عاندنی و طلب بذلک مضادتی (وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۳۰۹ حدیث نمبر ۱ ابواب من مقدمات الحدود)

میثم ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ علیہ السلام کے حضور چار مرتبہ ارتکاب زنا کا اقرار کیا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے سر اقدس کو آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کی اے میرے اللہ اس نے اس جرم کو چار مرتبہ اقرار کے ساتھ اپنے اوپر ثابت کر دیا ہے۔

"اور تو نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا جس نے ان کو اپنے دین کے بارے میں بتایا اے محمد جس کسی نے میری حدود میں سے کسی حد کو معطل کیا اس نے میرے ساتھ جنگ اور مقابلہ کیا اور میری مخالفت کی۔

موصوف نے توہین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرتکب مجرمہ کے خلاف عدالتی فیصلہ کو معطل کرانے اور اس قانون کو ختم کرانے کی بات کی ہے جو حدود الٰہی کو معطل کرنے کے مترادف ہے۔

اسی طرح حضرت امام ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔

عن ابی عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم ان اللہ عزوجل جعل لکل شیء حدا و جعل علی من تعدی حدا من حدود اللہ عزوجل حدا ......

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عزوجل نے ہر شی کی حد مقرر فرمائی ہے اور جو کوئی بھی حدود اللہ سے تجاوز کرے اس کیلئے بھی حد مقرر فرمائی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اور انبیاء کی توہین کیلئے حد قتل مقرر کی ہے۔

فقال ابو عبداللہ علیه السلام اخبرنی ابی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم قال الناس فی اسوۃ سواء من سمع احدا یذکرنی فالواجب علیه ان یقتل من شتمنی لا یرفع الی السلطان والواجب علی السلطان اذا رفع الیه ان یقتل من نال منی ......

حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے بابا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے خبر دی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگ میری اقتدا اور پیروی میں برابر ہیں جو کوئی بھی کسی کو میرے بارے میں کچھ کہتا ہوا سنے تو سننے والے پر واجب ہے کہ جو کوئی بھی مجھے گالی دے "دشنام کرے" اس کو قتل کرے اور حکمران کے پاس معاملہ کو نہ لے کر جائے اور اگر حکمران کے پاس یہ معاملہ پہنچ جائے تو حکمران پر واجب ہے کہ مجھے گالی دینے والے کو قتل کرے ...... (وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۴۵۹)

اسی طرح فضل بن حسن طبرسی نے (صحیفۃ الرضا) میں اپنے سلسلہ سند سے امام رضا علیہ السلام سے بیان فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

(جاری ہے صفحہ نمبر 1 تا 2)

2

قال من سب نبیا قتل و من سب صاحب نبی جلد ......

جس کسی نے کسی نبی کو گالی دی قتل کیا جائے اور جس کسی نے کسی نبی کے صحابی کو گالی دی اس کو کوڑے مارے جائیں۔

اسی طرح حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید ابو القاسم الخوئی قدس سرہ نے اپنی کتاب تکملہ منہاج الصالحین کی جلد نمبر ۳ جس پر شرح حضرت آیت اللہ العظمیٰ الشیخ حسین وحید خراسانی مدظلہ العالی لکھی ہے میں تحریر فرمایا

یجب قتل من سب النبی علی سامعه مالم یخف الضرر علی نفسه او عرضه او ماله الخطیر و نحو ذلک و یلحق به سب الائمه علیهم السلام و سب فاطمۃ الزھراء ولا یحتاج جواز قتله الی الاذن من الحاکم الشرعی ......

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر کوئی گالی دے تو سننے والے پر واجب ہے کہ اس کو قتل کر دے بشرطیکہ اسے اپنی جان، عزت و ناموس اور بہت زیادہ مال وغیرہ کو نقصان پہنچنے کا ڈر نہ ہو اس حکم میں وہ شخص بھی شامل ہے جو ائمہ معصومین علیہم السلام کو گالی دے اور حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کو گالی دے اور سننے والے کو حاکم شرعی سے بھی اس کو قتل کرنے کیلئے جواز اور اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے ......

اسی طرح جو احکام اسلام اور حدود الٰہی کی تضحیک کرے ان کو طعن و طنز کا نشانہ بنائے اس کے بارے میں حکم خدا اور احکام شرعی کچھ اس طرح ہیں

محمد بن مسعود العیاشی فی تفسیرہ عن عمار عن ابی عبداللہ علیه السلام قال من طعن فی دینکم ھذا فقد کفر قال اللہ تعالیٰ و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر (وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۵۶۲ تفسیر العیاشی ج ۲ ص ۷۹ ح ۲۶)

محمد بن مسعود عیاشی نے اپنی تفسیر العیاشی میں عمار سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس کسی نے تمہارے دین پر طعن و طنز کیا اس نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ...... اگر وہ معاہدے کے بعد اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر طعن و طنز کریں تو آئمہ کفر سے جنگ کرو" کیونکہ ان کا کوئی عہد و پیمان نہیں ...... (سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲)

جس کسی نے کلمہ توحید و رسالت پڑھا گویا اس نے خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ عہد و پیمان کیا کہ ان کے تمام احکام پر عمل کرے گا اور جس نے احکام اسلام اور دین کو طعن و طنز کیا اس نے عہد شکنی کی اور اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو گیا اور اس آیت مجیدہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ کافروں سے جنگ کرو بلکہ ان کے سرداروں سے جنگ کرو۔

اسی طرح علی الاعلان فسق و فجور اور اللہ کے حرام کردہ امور کو حلال اور حلال کردہ امور کو حرام قرار دے کر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے وہ ایسے ہے جیسے اس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بغاوت کی اگر وہ توبہ نہ کرے تو دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ارتداد کے زمرے میں آئے گا اور واجب القتل قرار پائے گا۔

من شرب الخمر مستحلا بشربھا اصلا و ھو مسلم استتیب فان تاب اقیم علیه الحد و ان لم یتب و رجع الکارہ الی تکذیب النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم قتل (تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۴۸۰ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ)

بیان کردہ حالات و واقعات اور اس کے تناظر میں قرآن و سنت و فتاویٰ فقہاء امامیہ سے مستفاد نظریات و آراء کو قلمبند کر دیا ہے۔

ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و الیه المرجع و المآب فی یوم الورود کتبه و وقع علیه

[دستخط]

علامہ ڈاکٹر محمد حسین اکبر

رئیس دار الافتاء و شریعت بورڈ منہاج الحسین

تاریخ: 09-06-2012

[مہر: دار الافتاء و شریعت بورڈ ... منہاج الحسین ...]

علمائے یمن کو بھیجا جانے والا استفتاء (بزبان عربی) کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

بسم الله الرحمن الرحيم

يا سماحة الشيخ المحترم السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ما رأيكم سيدي الكريم في المسألة التالية جزاكم الله خيراً

أولاً: إن سلمان تأثير الحاكم السابق لولاية بنجاب الباكستانية كان ممن ينتسب إلى الإسلام، ولقد صَرح أن بما يسمى قانون تعظيم وتوقير الرسالة في باكستان من القوانين الوضعية علماً أن بموجب القانون المذكور كل من شتم النبي ﷺ أو عابه أو قذفه أو استخف به يحكم بالإعدام، وهو لم يتوقف على هذا الحد بل استهزأ قائلاً إنه القانون الأسود.[1]

ثم قال حول المرأة المسيحية المجرمة المدعوة آسية التي حكم عليها بالإعدام بمقتضى القانون المذكور أنه حكم تعسفي ولم تكن كهذه العقوبة الجائرة والظالمة في باكستان محمد علي الجناح كما لا يمكن أن يكون ذلك القانون عيه[2] وقد صرح قبل ذلك إساءة لكبار علماء البلد ليس من مهمة رجال الدين أن يتدخلوا في أمرٍ لا علاقة لهم كهذا، وعلينا الرجوع إلى قانون ١٩٧٢ م الذي اتفق عليه جميع المواطنين لنحمي أسس الديموقراطية، وبالتالي سيلغى قانون تعظيم النبي ﷺ قريباً وإني صامد بموقفي دون أي تردد[3]

وأعاد موقفه ثانيا عندما سألته إحدى الصحافيات من قناة سماء المحلية أليس قانون (Blasphemy Law) تعظيم النبي ﷺ قد أقرته مجلس الشعب؟ أجاب قائلاً عندنا مجلس الشعب الجديد الآن الذي عدلت القوانين بما فيها تعديل رقمه ١٨ ما كان يتناسب في

(١) انظر الجريدة اليومية الباكستانية نوائي وقت، ٢٣ تشرين الثاني ٢٠١١ م، الصفحة الأولى.

(٢) انظر (Asia Bibi Press Conference http://www.salmaantaseer.com/main.aspx

(٣) انظر الجريدة اليومية الباكستانية جناح ١٩ أيلول ٢٠٠٩ م، يوم السبت

عصر التشريع وليس العصر الراهن، وليس من المعيب أن يعيد النظر بقانون المذكور أيضاً[4]

القول بأن قانون تعظيم النبي ﷺ قانون أسود، وبذل كل الجهود بإلغائه، ثم الطعن والشتم معلناً في مؤتمرات صحفية وندوات مفتوحة أليس هذا انتقاد واستخفاف بحضرة النبي ﷺ؟ وإنما الغرض عن كل هذا هو مسايرة التيارات الغربية وإنقاذ المجرمين وتشجيعهم على الفعل لجعل التلاعب بتوقير النبي ﷺ وتنقيص عظمته

تعاطف سلمان تأثير بالمرأة الآثمة الكافرة التي أقرت ذنبها أمام رئيس هيئة التحقيق المخصص للقضية ما لم ينكره أفراد المجتمع المسيحي أيضاً، حتى أصدرت المحكمة حكم الإعدام بعد كل التدقيقات القانونية في ذلك الباب، وهو أرسل الدعوة إلى الصحفيين ليغطوا ما يعلنه اليوم إعلاناً هاماً جداً في التأريخ فرار تلك المرأة مع عائلته في السجن حيث عقد مؤتمراً صحفياً بداخلها وأكد أنه يساعدها بكل الطرق المتاحة ولن يتركها وحيدة ثم صرح بأنه قانون أسود، أليس كل ذلك استخفاف بالنبي ﷺ؟ وبالتالي أليس مثله مباح الدم؟

أقرت المحكمة الشرعية الباكستانية ذلك بأنه قانون الهي وبمثابة الحدود الشرعية ما لا يمكن التجاوز عنه بأي حال، وهو ما يتفق بالنصوص القرآنية والحديث النبوية، فما حكم تعبير الحدود الشرعية بالقانون الأسود والجائر والظالم والتعسفي وثم محاولة الإلغاء؟ أليس كل ذلك إنكار ضروريات الدين؟ فما الحكم لمن يصر على الكفر الصريح؟

إضافة إلى ذلك كان ضد قانون تكفير القاديانية هو ما أصدره مجلس الشعب الباكستاني قراراً باعتبار القاديانية أقلية غير مسلمة، حيث صرحت ابنته شهر بانو تأثير في ندوة THE BUCK STOPS HERE لقناة N.D TV الهندية أن والدي كان يخالف

(٤) انظر Youtube: Salman Taseer on Blasphemy Law.

قانون تكفير القاديانية[٥] فيظهر أنه كان يعتبرهم مسلمين وكان يحاول إلغاء هذا القانون أيضاً، ويتجلى عن ذلك أنه كان ينكر عقيدة ختم النبوة والرسالة.

حتى ولده آتش تأثير أزاح ستار عن وجه والده في كتاب ألفه على شخصيته وحياته الخاصة قائلاً: والدي كان يشرب الخمر كل ليلة ولم يصم يوماً واحداً في حياته كما لم يصل صلاة أيضاً، وكان يأكل الخنزير، وأضاف مزيداً أن والدي أخبرني قائلاً: لم يعط لي في السجن إلا أن أقرأ القرآن يوماً ما، فبدأت القراءة من النهاية إلى البداية عدداً من المرات، فعرفت أن ليس فيه شيء ما يفيدني[٦] أليس ذلك القول تنقيص واستخفاف بقرآن الكريم؟ بل هو إنكار صريح لكتاب الله تعالى.

ثانياً: ممتاز حسين القادري كان يعرفه شخصياً ثم اطلع على فتاوى علماء البلد أن سلمان تأثير مباح الدم، لأنه ألحق الأذى للنبي ﷺ بطرق عديدة وكان واثقاً أنه لا يمكن حل القضية بطرق المحاكمات؛ لأنه يستثنى بمقتضى القانون الباكستاني ما دام على المنصب لكونه حاكماً للولاية بنجاب ورئيس مجلس الشعب المحلي للولاية نفسها، وكما هو صاحب النفوذ في الأوساط السياسية وغيرها، فلما أدرك هذه الأمور وغيرها ما كانت عائقة لجره إلى القضاء فلم يستطع الصبر على الغيرة الإيمانية فقتله.

ممتاز حسين القادري قتل شخصاً زنديقاً وملحداً وشاتماً للرسول ﷺ خلافاً للقانون الوضعي المحلي فما حكم الشرع في ذلك؟

فهل يستحق عقوبة القصاص أو الدية أو التعزير شرعاً؟

المستفتي محمد محبوب الرسول القادري

---

(٥) انظر: Jan 2011 Jang News

(٦) انظر: Stranger to History by Aatish Taseer Page No:21-22

علمائے یمن کی طرف سے موصول ہونے والے فتویٰ کا عکس:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين سيدنا محمد المبعوث رحمة للعالمين وعلى آله وصحبه وتابعيهم إلى يوم الدين . أما بعد فقد استلمنا بمجلس الإفتاء بتريم السؤال الموجه من المستفتي محمد محبوب الرسول القادري من مدينة لاهور باكستان ، وقد تأملنا ذلك السؤال بحضور أعضاء مجلس الإفتاء بتريم في جلستهم المنعقدة بتاريخ ١٣ ربيع الثاني ١٤٣٣هـ وبعد النقاش والبحث في كل ما ورد بذلك السؤال ظهر لنا أنه إذا صح وثبت ما جاء في السؤال من أقوال سلمان تاثير فيعتبر بذلك مرتداً عن الإسلام وتجري عليه أحكام من ارتد من المسلمين من وجوب استتابة أولاً فإن تاب وإلا قتل كفراً ثم إنه لا يغسل ولا يصلى عليه ولا يكفن ولا يدفن في مقابر المسلمين ويفرق بينه وبين زوجاته حكم ببينونة من لم يدخل بها منهن، والمدخول بها تبين عند انقضاء عدتها إن لم يجمعهما إسلام في العدة ولا يرث ولا يورث ويحجر عليه في جميع أمواله حتى يعود للإسلام فالردة أفحش أنواع الكفر، قال تعالى : (ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون) البقرة آية ٢١٦

وقد سئل العلامة محمد بن سالم بن حفيظ عن شخص استخف بالرسول صلى الله عليه وسلم فأجاب بجواب مطول كما في فتاويه ومما قال فيه واستدل به من النقول لصحة جوابه بارتداد من استخف برسول الله صلى الله عليه وسلم قال نفع الله به : وهذا الرجل أي من قال لا مرحبا بالمستخرجة لمن قام تعظيماً لرسول الله صلى الله عليه وسلم عند القيام في المولد الذي يقرأ من سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم قال نفع الله به : لا يخلو هذا الرجل من أحد أمرين أولهما أن يقول هذا القول مريداً الاستخفاف برسول الله صلى الله عليه وسلم وأفضل خلق الله وخاتم رسله وأنبيائه سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم، وثانيهما : أن يريد الاستخفاف بهؤلاء القوم الذين قاموا تعظيماً لرسول الله صلى الله عليه وسلم ، فإن أراد الأول فلا شك في مروقه عن الدين الإسلامي والعياذ بالله من ذلك ، وذلك لأن الاستخفاف برسول الله صلى الله عليه وسلم بل وبأي نبي من الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين كفر بإجماع المسلمين ، ففي كتاب الشفاء للقاضي عياض ما لفظه : من أضاف إلى نبينا صلى الله عليه وسلم تعمد الكذب فيما بلغه وأخبر به أو شك في صدقه أو سبه أو قال إنه لم يبلغ أو استخف به أو بأحد من الأنبياء أو أزرى عليهم أو آذاهم أو قتل نبياً أو حاربه فهو كافر بإجماع انتهى (ج٢، ص٦٠٨ الطبعة الثانية دار الفيحاء) ومثله في غير واحد من كتب الأئمة الأعلام ككتاب الإعلام في قواطع الإسلام للعلامة ابن حجر الهيتمي وكتاب سلم التوفيق للحبيب عبدالله بن حسين بن طاهر وشرحه للعلامة محمد سعيد بابصيل وغيرهما، وعبارة التحفة لابن حجر الهيتمي عقب قول المتن من أول كتاب الردة : هي قطع الإسلام بنية أو قول كفر أو فعل سواء قاله استهزاء ، صورتها كأن يقول له قص أظفارك فإنه سنة فقال: لا أفعله وإن كان سنة، ثم قال عقب قول المتن "أو كذب رسولاً أو نبياً أو نقصه بأي منقص كأن صغر اسمه مريداً تحقيره" انتهى ج٩ ص٨٧،٨٨ ونحوه في النهاية للرملي، وإن أراد

(يتبع)

هذا القائل الأمر الثاني وهو الاستخفاف بالدين قاموا تعظيما للرسول صلى الله عليه وآله وسلم فإن قصد الاستخفاف بهم لتبيامهم بتعظيم المصطفى محمد صلى الله عليه وسلم وذلك لا يبعد أن يكون كالأول لأن تعظيم المصطفى محمد صلى الله عليه وسلم مما جاءت به السنة ومما أمر به الحق سبحانه وتعالى في غير ما آية من الكتاب العزيز والاستخفاف بالسنة كفر والعياذ بالله تعالى كما صرحت به علماء التحفة المارة، وفي المغني للخطيب الشربيني في باب الردة: أو استخف بسنة كما لو قيل له كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أكل لعق أصابعه الثلاثة فقال ليس هذا بأدب أو قيل له قلم أظافرك فإنه سنة فقال لا أفعل وإن كان سنة وقصد الاستهزاء بذلك اهـ ج ٤/١٣٩

وإن قصد الاستخفاف بهم لأمر آخر فهو حرام شديد التحريم ويستحق فاعله التعزير الشديد الرادع لأمثاله عن العود في مثل هذه المعصية. قال العلامة ابن حجر في كتابه الإعلام ولم يتعرض الشيخان ولا غيرهما فيما رأيت الراجح في المسألة الأولى أعني قوله كان أي النبي صلى الله عليه وسلم يلعق الأصابع، والذي يظهر أنه إن قال ذلك احتقارا له صلى الله عليه وسلم أو استهزاء به أو على جهة التنقص له كفر وإلا فلا ويعزر التعزير الشديد. انتهى

وقال في موضع آخر: لو قال جوابا لمن قال وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أكل لعق أصابعه «هذا غير أدب» كفر، وقد يوجه بأن هذا إنكار لسنة لعق الأصابع ورغبة عنها فيأتي فيه ما مر فيمن قيل له قص أظافرك فقال لا أفعل رغبة عن السنة، ثم قال أو قيل له كان النبي يحب القرع أو الخل فقال لم أرهما أو لا أرى فيهما شيئا فلا كفر إن أراد الإخبار عن طبعه أو أطلق، بخلاف ما لو أراد بعدم محبته لهما لكونه صلى الله عليه وسلم يحب ذلك لأن إرادة ذلك فيها استهزاء به صلى الله عليه وسلم واحتقار له صلى الله عليه وسلم. انتهى ( ) وفي إسعاد الرفيق شرح سلم التوفيق لبا بصيل نقلا عن الإعلام ما صورته: قال في الشفاء: من سب نبينا صلى الله عليه وسلم ويلحق به في جميع ما ذكر غيره من الأنبياء المتفق على نبوتهم أو عابه أو ألحق به نقصا في نفسه أو نسبه أو دينه أو خصلة من خصاله أو عرض به أو شبهه بشيء على طريق السب أو التصغير لشأنه أو لعنه أو دعا عليه أو تمنى له مضرة أو نسب إليه ما لا يليق بمنصبه على طريق الذم أو عيره بشيء مما جرى عليه من البلاء والمحنة كان كافرا بالإجماع كما حكاه جماعة وحكاية ابن حزم الخلاف فيه لا معول عليها سواء صدر منه جميع ذلك أو بعضه فيقتل ولا تقبل توبته عند أكثر العلماء وعليه جماعة من أصحابنا بل ادعى فيه الشيخ أبو بكر الفارسي الإجماع. انتهى وفيه أيضا مع المتن: وحاصل أكثر تلك العبارات التي ذكرها ذانك الإمامان (يعني بهما القاضي عياض في الشفاء وابن حجر في الإعلام) يرجع إلى أن كل عقد أي اعتقاد أو فعل أو قول موصوف كل واحد منها بكونه يدل على استهانة ممن صدر منه أو استخفاف بالله سبحانه وتعالى أو بشيء من كتبه أو بأحد من أنبيائه أو ملائكته المجمع عليهم أو بشيء من شعائره أو معالم دينه أو أحكامه أو وعده أو وعيده كفر خبر إن. أي إن قصد قائل ذلك الاستخفاف أو الاستهزاء بذلك أو معصية

انتهى

محرمة شديدة التحريم إن لم يقصد ذلك. انتهى ما نقلناه من فتاوى العلامة محمد ابن سالم بن حفيظ المخطوطة. ومن هذه الأدلة المذكورة يعلم الجواب عن الشق الأول في السؤال المذكور عن سلمان تأثير.

أما الجواب عن الشق الثاني في السؤال عن ممتاز حسين القادري بعد أن اطلع على فتاوى علماء البلد أن سلمان تأثير مباح الدم فقتله ... إلى آخر ما جاء في السؤال من حيثيات حائلة لتنفيذ الحكم بالإعدام لسلمان تأثير فجوابه: ننقل ما ذكره علماء الشافعية وغيرهم من المذاهب الأخرى:

قال العلامة الشيخ ابن حجر الهيتمي في تحفته ج٩/ص١١٦: ولا يتولاه أي حد الردة إلا الإمام أو نائبه فإن افتات عليه أحد عزر. انتهى.

وقال علماء الأحناف كما في الهداية شرح بداية المبتدي: وإذا ارتد المسلم عن الإسلام والعياذ بالله عرض عليه الإسلام فإن كانت له شبهة كشفت عنه لأنه عساه اعترته شبهة فتزاح وفيه دفع الشر بأحسن الأمرين إلا أن العرض على ما قالوا غير واجب لأن الدعوة بلغته، قال: ويحبس ثلاثة أيام فإن أسلم وإلا قتل، وفي الجامع الصغير: المرتد يعرض عليه الإسلام حرا كان أو عبدا فإن أبى قتل. انتهى ج٤/٣٢٠، ٣٢١

ثم قال: فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه كره ولا شيء على القاتل، ومعنى الكراهية ههنا ترك المستحب، وانتفاء الضمان لأن الكفر مبيح للقتل، والعرض بعد بلوغ الدعوة غير واجب. اهـ ج٤/ص٣٢٣، وقال في الاختيار لتعليل المختار ج٤/ص٨٩، ٩٠: وإن قتله قاتل قبل العرض لا شيء عليه لأنه مستحق للقتل بالكفر فلا ضمان عليه، ويكره له ذلك لما فيه من ترك العرض المستحب ولما فيه من الافتيات على الإمام. انتهى

وقال في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج٣/ص٢٨٤: قال في الهداية: فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه قال الكمال أو قطع عضوا منه كره ذلك ولا شيء على القاتل لأن الكفر مبيح، وكل جناية على المرتد هدر. اهـ وفي شرح الطحاوي: إذا فعل ذلك أي القتل أو القطع بغير إذن الإمام أدب. اهـ قال قاضي خان: وردة الرجل تبطل عصمة نفسه حتى لو قتله القاتل بغير أمر القاضي عمدا أو خطأ أو بغير أمر السلطان أو أتلف عضوا من أعضائه لا شيء عليه. انتهى

وقال علماء الحنابلة نقلا عن متن الإقناع: ولا يقتله إلا الإمام أو نائبه حرا كان المرتد أو عبدا ... ثم قال: فإن قتله غيره بلا إذنه أساء وعزر ولم يضمن سواء قتله قبل الاستتابة أو بعدها. انتهى قال في شرحه كشاف القناع: (وإن قتله) أي المرتد (غيره) أي غير الإمام أو نائبه (بلا إذنه أساء وعزر) لافتياته على الإمام أو نائبه (ولم يضمن) القاتل المرتد لأنه محل غير معصوم (سواء قتله قبل الاستتابة أو بعدها) لأنه مهدر الدم في الجملة وردته مبيحة لدمه وهي موجودة قبل الاستتابة كما هي موجودة بعدها. اهـ

انتهى ج١٤/ص٢٤٦ هذا ما ظهر لأعضاء مجلس الإفتاء بتريم ولم يمكنهم نقل جميع كلام العلماء كما ذكر في الجواب حسب تحريضهم استغل ببنا رجح ٢٠ ربيع الثاني ١٤٣٣ الموافق ١٣/٣/٢٠١٢م

١- علي المشهور بن محمد بن سالم بن حفيظ [توقيع]
٢- محمد علي الخطيب [توقيع]
٣- محمد بن علي بن عوض باعوضان [توقيع]

مجلس الإفتاء [ختم]

یمن کے سب سے بڑے دارالافتاء کا سلمان تاثیر کے کفر اور ممتاز قادری کی بریت میں فتویٰ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على خاتم الانبياء والمرسلين، سيدنا محمد المبعوث رحمة للعالمين، على آله وصحبه و تابعيهم الى يوم الدين .اما بعد

استفتاء کے شق اوّل کا جواب

ہمیں شہر تریم حضرموت، یمن کے دارالافتاء میں محمد محبوب الرسول القادری کا پاکستان کے شہر لاہور سے استفتاء موصول ہوا، اور ہمارے دارالافتاء کی مجلس کا اجلاس بمورخہ 13 ربیع الثانی 1433ھ کو منعقد ہوا جس میں استفتاء میں وارد ہونے والے تمام پہلوؤں کا بخوب غور وفکر اور بحث ومباحثہ سے جائزہ لیا گیا، اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس سوال میں جیسا کہ کہا گیا ہے اگر واقعی ہی ایسا ہے تو سلمان تاثیر ان اقوال کی رو سے مرتد اسلام ہے، اور اس پہ تمام مرتدین کے احکام نافذ کی جائیں گے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

سب سے پہلے توبہ کی ترغیب دی جائے گی جو کہ واجب ہے اور اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو فبہا ورنہ کفراً قتل کر دیا جائے گا، اور پھر نہ ہی اس کو غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی اور نہ ہی اسے کفن دیا جائے گا اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے مقبرہ میں مدفون کیا جائے گا، اس کی تمام زوجات کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور ان میں سے جو غیر مدخولہ ہیں ان پہ فوری طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اس کے مسلمان نہ ہونے کی صورت میں اس کی تمام مدخولہ زوجات پہ عدت گزرنے کے بعد طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

اور نہ ہی وہ کسی کے ترکہ کا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ترکہ کا کوئی وارث بنے گا، اس

کی تمام مال وجائیداد پہ اس کا تعلق ختم ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے، کیونکہ ارتداد کفر کی سب سے بدترین قسم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں، انھیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

(البقرہ:۲/۲۱۸)

حضرت علامہ محمد بن سالم بن حفیظ رحمہ اللہ سے جب اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے آپ ﷺ کی توہین کی کہ اس شخص کو کہا: (او مسخرے خوش آمدید) جو آپ ﷺ کے میلاد مصطفیٰ میں تعظیماً کھڑا ہوا جہاں حضور ﷺ کی سیرت کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ نے ایک مفصل جواب دیا اور متعدد دلائل سے اپنے موقف کی تائید کی جیسا کہ آپ کے فتاویٰ میں ہے، اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا بھلا کرے۔

اس شخص کے مذکورہ قول کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں:

اولاً یہ کہ اس نے یہ قول حقارت کی نظر سے آپ کی بارگاہ میں کہا جو کہ تمام مخلوقات سے افضل اور خاتم الانبیاء والرسل ہیں صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

ثانیاً اس نے اپنے مذکورہ قول سے ان حضرات کو اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جو آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تعظیماً کھڑے ہوئے تھے۔

پہلی صورت: پہلی صورت میں اس کا دین اسلامی سے خارج ہونے میں کوئی شک نہیں، والعیاذ باللہ من ذلک کیونکہ حضور ﷺ کی یا کسی بھی نبی مرسل صلوات الله و سلامه عليهم اجمعين کی توہین کفر ہے بالاجماع۔

قاضی عیاض کی کتاب الشفاء میں ہے جس کے لفظ کچھ یوں ہیں:

من اضاف الى نبينا ﷺ تعمد الكذب فيما بلغه و اخبر به، او شك فى صدقه، او سبه، او قال انه لم يبلغ، او استخف به، او باحد من الانبياء او ازرى عليهم، او اذاهم او قتل نبياً او حاربه فهو كافر باجماع. انتهى

جس شخص نے حضور ﷺ کی تبلیغ یا خبر کو جھٹلایا، یا اس میں شک وشبہ کیا، یا برا بھلا کہا، یا یہ کہا کہ آپ نے دین کے پیغام میں کوتاہی کی، یا آپ سمیت کسی بھی نبی کو حقیر جانا، یا عیب نکالا، یا کسی بھی طریقہ سے تکلیف دی، یا ان سے جنگ وقتال کیا یا ان میں سے کسی کو قتل کیا وہ بالاجماع کافر ہے۔

(كتاب الشفاء ۲/۶۰۸، طبع ۲، دار الفيحاء)

اور یوں ہی ہمارے آئمہ کی بہت سی دیگر کتب میں وارد ہوا ہے جیسا کہ حضرت علامہ ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاعلام فی قواطع الاسلام اور حضرت علامہ الحبیب عبداللہ بن حسین بن طاہر رحمۃ اللہ کی کتاب سلم التوفیق اور اس کی شرح میں ہے جو کہ حضرت علامہ محمد سعید بابصیل رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ہے، و دیگر بہت سی کتب میں ہے۔

علامہ ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب التحفہ میں کتاب الردۃ کے شروع میں ماتن کی عبارت کے بعد فرماتے ہیں:

هى قطع الاسلام بنية، او قول كفر، او فعل، سواء قاله استهزاء، صورتها كان يقول له قُص اظافرك فانه سنة فقال لا افعله و إن كان سنة

مرتد ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں قطع اسلام کی نیت کرنا، کفریہ اقوال و افعال کا سرزد ہونا اگرچہ وہ ہنسی مذاق میں کیوں نہ ہو، مثال کے طور پر اگر اسے کہا گیا بھائی ناخن تراش لو سنت ہے، اس نے جواباً کہا میں نہیں تراشوں گا سنت ہے تو کیا ہوا۔

اور پھر ماتن کے قول کے بعد فرمایا:

وَ كذّب رسولاً او نبياً او نقصه باى منقص كان صغر اسمه مريداً تحقيره انتهى

کسی رسول یا نبی کو جھٹلانا یا ان میں کسی قسم کی کمی نکالنا جیسا کہ نام کی تصغیر نکالنا ہے حقارت کی نیت سے۔

(ج۹/ص ۸۱.۸۷)

اور ایسے ہی علامہ رملی نے نہایہ میں فرمایا ہے۔

دوسری صورت: اور اگر اس شخص کی نیت: (او مسخرے خوش آمدید) سے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تعظیماً کھڑے ہونے والے حضرات پہ طعن وتشنیع کرنا تھا تو اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:

پہلی یہ کہ وہ تعظیماً مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں کھڑے ہوئے اس لیے وہ انھیں نشانہ بنا رہا ہے تو یہ قسم اول ہی کی ایک صورت ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی تعظیم کرنا سنت ہے، اور سنت رسول دراصل کتاب اللہ کی طرح وحی ہی ہے، لہٰذا سنت کو حقیر جاننا کفر ہے، والعیاذ باللہ، جیسا کہ علامہ ابن الہیتمی کی کتاب التحفہ سے صراحت گزری۔

اور حضرت علامہ الخطیب الشربینی کی کتاب المغنی میں باب الردۃ میں ہے:

او استخف بسنة كما لو قيل له كان النبى و اذا اكل لعق اصابعه الثلاثة، فقال ليس هذا بادب او قيل له قلم اظفارك فانه سنة فقال لا افعل و ان كان سنة و قصد الاستهزاء بذلك ... انتهى

(جلد۵/ص۴۲۹).

ترجمہ: مرتد ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس نے سنت رسول ﷺ کو حقیر جانا، مثال کے طور پر اگر اسے کہا گیا کہ آپ ﷺ جب کھانا تناول فرمالیتے تو اپنی تین انگلیاں مبارک چاٹ لیا کرتے تھے، تو اس نے جواباً کہا یہ تو غیر مہذب فعل ہے، یا جب اسے کہا گیا بھائی

ناخن تراش لو سنت ہے، اس نے سنت کو حقیر جانتے ہوئے جواب دیا، میں نہیں تراشوں گا
سنت ہے تو کیا ہوا۔

اور اگر اس کی شخص کی: (او مسخرے خوش آمدید) سے مراد خود ان حضرات کو حقیر جاننا تھا کسی
اور وجہ سے تو ایسا کہنا بہت سخت حرام ہے اور ایسا شخص شدید تعزیر کا مستحق ہے تا کہ اس جیسے
دیگر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور اس جیسے ناپاک اقوال کی ہمت نہ کریں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں:

و لم يتعرض الشيخان ولا غير هما فيما رايت للراجع فى المسالة الاولى
اعنى قوله كان ، اى النبى ﷺ طويل الاظفار ، والذى يظهر انه ان قال
ذلك احتقاراً له و استهزاء به او على جهة النقص اليه كفرٌ، والا فلا، و
يعزر التعزير الشديد . . . انتهى.

ترجمہ: شیخان نے پہلے مسئلہ میں ترجیح ذکر نہیں کی جہاں تک میری معلومات ہے، میری مراد
اس شخص کا قول: (کہ آپ ﷺ لمبے ناخنوں والے تھے) اور مجھے یہ لگتا ہے کہ اگر اس نے
حقارت یا طعن و تشنیع کے ارادہ سے کہا تو کافر ہے ورنہ نہیں مگر اسے سخت تعزیر دی جائے گی۔

ایک اور جگہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لو قال جواباً لمن قال كان رسول الله ﷺ اذا اكل لحسن اصابعه هذا
غير ادب كفرٌ و قد يوجه بان هذا انكارًا لسنة لعق الاصابع و رغبة عنها
فيأتى فيه ما مر فيمن قيل له قص اظافرك فقال لا افعل رغبة عن السنة.

ترجمہ: اگر کسی شخص کے سامنے کہا گیا کہ جب آپ ﷺ کھانا تناول فرما لیتے تو اپنی انگلیاں
مبارک چاٹ لیا کرتے تھے تو اس نے جواباً کہا کہ یہ غیر مہذب فعل ہے تو ایسا کہنا کفر ہے، تو
اس کے مذکورہ قول کو سنت سے روگردانی پہ محمول کیا جائے گا جیسا کہ کسی کو کہا گیا: بھائی اپنے
ناخن تراش لو، اس نے جواباً کہا کہ یہ غیر مہذب فعل ہے تو ایسا کہنا کفر ہے، تو اس کے مذکورہ

قول کو سنت سے روگردانی پہ محمول کیا جائے گا جیسا کہ کسی کو کہا گیا: بھائی اپنے ناخن تراش لو
اس نے سنت سے اعراض کرتے ہوئے جواباً کہا میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔

اور پھر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

او قيل له: كان النبى ﷺ يحب القرع او الخل فقال لم ارهما او لا ار
بينهما شيئًا ، فلا كفرٌ اِن اراد الاخبار عن طبعه او اطلق بخلاف ما لو اراد
بعدم محبته لهما لكونه يحب ذلك لان ارادة ذلك فيها استهزاء به و
احتقار له انتهى

ترجمہ: یا کسی شخص کو یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ کدو یا سرکہ پسند فرماتے تھے، تو اس نے جواباً کہا:
مجھے تو کچھ ایسا نہیں لگتا، یا کہا: کہ مجھے تو ان میں کچھ خاص نظر نہیں آیا تو اگر اس نے اپنی
طبیعت کی کیفیت بتائی یا ویسے مطلقاً کہا تو کفر نہیں ہوگا اور اگر اس کی مراد یہ تھی کہ میں ان
دونوں کو اس لیے پسند نہیں کرتا کیونکہ حضور ﷺ انھیں پسند فرمایا کرتے تھے تو ارادہ استہزاء و
طعن کی وجہ سے کافر ٹھہرا۔

اور علامہ بابصیل رحمہ اللہ اپنی کتاب اِسعاد الرفیق شرح سلم التوفیق میں
کتاب الاعلام سے نقل کر کے فرماتے ہیں:

قال فى الشفاء: من سب نبياً و يلحق به فى جميع ما ذكر غيره من الانبياء
المتفق على نبوتهم، او عابده، او الحق به نقصًا فى نفسه او نسبه او دينه
او خصلة من خصاله، او عرّض به او شبهه بشىء على طريق السب، او
التصغير لشانه او لغته، او دعا عليه، او تمنى له مضرة، او نسب اليه ما لا
يليق منصبه على طريق الذم، او غيّره بشىء مما جرى عليه من البلاء
والمحنة، كان كافرًا بالاجماع كما حكاه جماعة، و حكاية ابن حزم
الخلاف فيه لا معول عليها، ساء صدر منه جميع ذلك او بعضه فيقتل ولا

تقبل توبته عن اكثر العلماء و عليه جماعة من اصحابنا، بل ادعى فيه الشيخ ابو بكر الفارسي الاجماع، انتهى.

ترجمہ: شفاء میں ہے: جس نے ہمارے نبی یا دیگر انبیاء میں سے کسی بھی نبی جن کی نبوت پہ اتفاق پایا جاتا ہے صلوات اللہ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہا، یا آپ ﷺ کی ذات اقدس یا نسب پاک یا دین یا عادات مبارکہ میں عیب ونقص نکالا، یا اشارۃ نکتہ چینی کی، یا کسی ناموزوں چیز سے تشبیہ دی بطور طعن وتشنیع، یا آپ کی شان میں کمی کا اظہار کیا، یا لعن وطعن کیا، یا بددعا دی، یا آپ کے لیے تکلیف دہ چیز کی خواہش کی، یا آپ کی طرف بطور ذم کچھ ایسا منسوب کیا جو آپ کی شان اقدس کے لائق نہیں، یا جو آپ پہ تکلیف ومصائب وامتحان آئے ان کا عار دلایا تو بالاجماع کافر ہوا جیسا کہ کثیر علماء سے منقول ہے، اور جو ابن حزم سے اس کے خلاف منقول ہوا اس کچھ اعتبار نہیں اور اگرچہ مذکورہ تمام افعال کا کسی سے صدور ہوا یا بعض کا، اور ایسے شخص کی جمہور علماء کے نزدیک توبہ بھی قبول نہیں اور یہی ہمارے علماء کا مفتیٰ بہ موقف ہے، بلکہ الشیخ ابوبکر الفارسی رحمہ اللہ نے تو اس پہ اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

اور اسی کتاب إسعاد الرفیق میں متن سلم التوفیق سے نقل ہے:

و حاصل اكثر العبارات التي ذكرها ذانك الامام (يعني بهما القاضي عياض في الشفاء و ابن حجر في الاعلام) يرجع الى ان كل عقد اي اعتقاد، او فعل او قول موصوف كل واحد منها بكونه يدل على استهانة ممن صدر منه، او استخفاف بالله سبحانه و تعالى او بشيء من كتبه، او باحد من الانبياء او ملائكته المجمع عليهم او بشيء من شعائره او معالم دينه، او احكامه، او وعده او وعيده كفر، خبر ان . اى ان قصد قائل ذلك الاستخفاف او الاستهزاء بذلك، او معصية محرمة شديدة التحريم ان لم يقصد ذالك.

ترجمہ: ہم نے جو عبارت قاضی عیاض کی الشفاء سے اور ابن حجر کی اعلام سے نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر عقیدہ وقول وفعل جو حقارت کی نیت سے صادر ہو اللہ تعالیٰ یا اس کی کتب یا اس کے کسی نبی یا فرشتہ جو متفق علیہم ہیں، یا اس کے شعائر یا اس کے دین کی نشانیوں یا اس کے احکام وعد و وعید سے تو یہ کفر ہے اور اگر اس کا ارادہ حقارت کا نہیں تھا تو شدید حرام اور سخت گناہ ہے۔

ہم نے علامہ محمد ابن سالم بن حفیظ رحمہ اللہ کے فتاویٰ سے عبارت نقل کی جو یہاں پہ اختتام کو پہنچی، جس سے استفتاء کے شق اول کا جواب واضح ہوا جو سلمان تاثیر کے متعلق تھا۔

استفتاء کے شق ثانی کا جواب

جہاں تک استفتاء کے دوسری شق کا تعلق ہے جو ممتاز قادری کے متعلق ہے کہ جب اسے مقامی علماء کے فتاویٰ سے آگاہی ہوئی کہ سلمان تاثیر مباح الدم ہے اور اسے پاکستان کے قانون کی رو سے پھانسی دلوانے میں بہت سی رکاوٹیں درپیش تھی جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے تو اسے قتل کر دیا تو اس کے جواب میں ہم وہ عبارات نقل کرتے ہیں جو شافعی اور بہت سے دیگر علماء نے دوسرے مذاہب سے نقل کی ہیں جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

علامہ ابن حجر الہیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب التحفہ میں فرمایا ہے:

ولا يتولاه اي حد الردة الا الامام او نائبه فان افتات عليه احد عزر. انتهى (جلد۹/ص۱۱۶)

ترجمہ: حد جاری کرنے کا حق صرف وقت کے امام یا اس کے نائب کو ہے اور اگر کوئی اور اس کام کو بغیر اجازت سرانجام دیتا ہے تو اسے تعزیر دی جائے گی۔

مذہب حنفی کے علماء نے فرمایا جیسا کہ الہدایہ شرح بدایہ المبتدی میں ہے

و اذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله عرض عليه الاسلام، فان كانت له شبهة كشفت عنه، لانه عساه اعترته شبهة فتزاح، و فيه دفع شره

باحسن الامرین الا ان العرض علی ما قالوا غیر واجب ، لان الدعوۃ بلغتہ،
قال و یُحبس ثلاثۃ ایام فان اسلم و الا قتل و فی الجامع الصغیر المرتد
یعرض علیہ السلام حرًا کان او عبدًا فان ابی قتل، انتھی.

(جلد۴ص۳۳۰۔۳۳۱)

ترجمہ: اگر کوئی شخص اسلام سے مرتد ہوتا ہے والعیاذ باللہ تو اس پہ اسلام پیش کیا جائے ہوسکتا ہے اسے کوئی شبہ لاحق ہو اور اس سے اس کے شکوک وشبہات دور ہو جائیں کیونکہ قتل کی مصیبت سے یہ زیادہ بہتر ہے، مگر ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ اس پر پھر سے اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ تبلیغ اسلام اسے پہلے پہنچ چکی ہے اور ماتن نے فرمایا ہے کہ: اسے تین دن تک جیل میں بند کر دیا جائے اگر وہ اسلام لائے تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الجامع الصغیر میں ہے: مرتد پہ اسلام پیش کیا جائے گا وہ آزاد ہو یا غلام اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اور پھر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

فان قتلہ قاتل قبل عرض الاسلام علیہ کرہ ولا شیء علی القاتل و معنی
الکراھیۃ ھھنا ترک المستحب و انتفاء الضمان لان الکفر مبیح للقتل
والعرض بعد بلوغ الدعوۃ غیر واجب.. انتھی

(جلد۴،صفحہ۳۳۲)

ترجمہ: اگر اس مرتد کو اسلام پیش کرنے سے قبل کوئی اور قتل کر دیتا ہے تو اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور یہاں کراہت سے مراد مستحب کا ترک کرنا مگر اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں ہے، کیونکہ کفر خون معاف ہونے کا سبب ہے اور جب ایک دفعہ تبلیغ اسلام پہنچ چکی پھر سے اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے۔

الاختیار التعلیل المختار میں ہے:

قتلہ قاتل قبل العرض لا شیء علیہ، لانہ مستحق للقتل بالکفر فلا ضمان
علیہ، و یکرہ لہ ذلک لما فیہ من ترک العرض المستحب، و لما فیہ من
الافتیات علی الاما...

(جلد۴ص۸۹۔۹۰)

ترجمہ: اسلام پیش کرنے سے قبل کوئی اور اسے قتل کر دیتا ہے تو اس قاتل پہ کچھ نہیں، کیونکہ مرتد کفر کی وجہ سے قتل کا ہی مستحق تھا، لہٰذا اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں مگر اس کا فعل مکروہ ہے کیونکہ اس پہ اسلام پیش کرنا مستحب تھا جسے ترک کر دیا گیا نیز اسے امام وقت کی اجازت کے بغیر یہ فعل انجام دیا گیا۔

حاشیہ الشلبی علی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

قال فی الھدایۃ: فان قتلہ قاتل قبل عرض الاسلام علیہ قال الکمال: او
قطع عضوًا منہ کرہ ذلک ولا شیء علی القاتل؛ لان الکفر مبیح، و کل
جنایۃ علی المرتد ھدر، انتھی. و فی الشرح الطحاوی اذا فعل ذلک ای
القتل او القطع بغیر اذن الامام اُدِّب انتھی. قال قاضی خان وردۃ الرجل
تبطل عصمۃ نفسہ حتی لو قتلہ القاتل بغیر امر القاضی عمدًا او خطأً او
بغیر امر السلطان او اتلف عضوًا من اعضائہ لا شیء علیہ. انتھی

ترجمہ: جب علامہ مرغینانی نے کتاب الہدایہ میں فرمایا: اسلام پیش کرنے سے قبل کوئی اور اسے قتل کر دیتا ہے تو۔۔۔اس پہ امام ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یا کسی نے مرتد کا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو اس کا یہ فعل مکروہ ہے مگر اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں ہے کیونکہ کفر خود ہی خون معاف ہونے کا سبب ہے اور ہر قابل سزا جرم مرتد پہ کیا جانے والا معاف ہے اور شرح

الطحاوی میں ہے: اگر کسی نے مرتد کو قتل کر دیا یا اس کا کوئی عضو بغیر امام وقت کی اجازت کے کاٹ ڈالا تو اس پہ تعزیر ہے۔ امام قاضی خان فرماتے ہیں: آدمی کے مرتد ہونے سے اس کا خون معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی قاضی یا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر جان بوجھ کر غلطی سے قتل یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیتا ہے تو اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں۔

اور اب ہم حنبلی مذہب کے علماء کا موقف کتاب متن الاقناع سے نقل کرتے ہیں:

ولا يقتله الا الامام او نائبه حرًا كان المرتد او عبدًا فان قتله غيره بلا اذنه اساء و عزر و لم يضمن سواء قتله قبل الاستتابة او بعدها. انتهى

ترجمہ: مرتد کو امام وقت یا اس کا نائب ہی قتل کر سکتا ہے وہ آزاد ہو یا غلام اور پھر فرماتے ہیں اگر اسے کوئی اور توبہ کی ترغیب سے قبل یا بعد بلا اجازت قتل کر دیتا ہے تو اسے تعزیر دی جائے گی مگر اس پہ کسی قسم کا تاوان وغیرہ نہیں۔

حنبلی فقیہ منصور بن یونس البہوتی اپنی کتاب شرح کشاف القناع میں فرماتے ہیں:

وا ان قتله اى المرتدَ غيرُه اى غير الامام و نائبه بلا اذنه اساء و عزر، لا فتياته على الامام او نائبه، و لم يضمن القاتل المرتد؛ لانه محل غير معصوم سواء قتله قبل الاستتابة او بعدها؛ لانه مهدر الدم فى الجملة، وردته مبيحة لدمه، و هى موجودة قبل الاستتابة كما هى موجودة بعدها. انتهى

ترجمہ: اگر کوئی اور شخص امام وقت یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر قتل کر دیتا ہے تو ایسا کرنا غلط ہے لہٰذا اسے تعزیر دی جائے گی امام وقت یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر سر انجام دینے کی وجہ سے، مگر اس قاتل پہ کسی قسم کا تاوان نہیں ہے کیونکہ وہ کفر کی وجہ سے مبیح

الدم ہو چکا تھا لہٰذا اس کا خون رائیگاں جائے گا کیونکہ ارتداد خون معاف ہونے کا سبب ہے، اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ اسے ترغیب توبہ سے قبل یا بعد میں قتل کیا گیا۔

آج 20 ربیع الثانی 1433ھ بموافق 13 مارچ 2012ء کو شہر تریم حضرموت یمن کے دار الافتاء کے تمام اعضاء مفتیان کرام جس متفقہ فیصلہ پہ پہنچے مرقوم ہوا، اور ایسا ہی ہمارے علماء کرام سے منقول ہے۔

ہم تمام مفتیان کرام اس فتویٰ پہ دستخط کرتے ہیں۔

(۱) حضرت علامہ مفتی علی المشہور بن محمد سالم بن حفیظ

(۲) حضرت علامہ مفتی محمد علی الخطیب

(۳) حضرت علامہ مفتی محمد بن علی بن فرج باعوضان

مجلس الافتاء الجمهورية اليمنية کا اسٹیمپ

اردو ترجمہ محمد مہربان باروی، دمشق، شام

mehrbanbarvi@yahoo.com

ممتاز قادری کیس میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کا شرعی جائزہ

اسلام آباد ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ نے غازی ممتاز احمد قادری کی اپیل کا فیصلہ سنا دیا ہے جس کی رو سے انہیں انسداد دہشت گردی کی عدالت کی طرف سے دہشت گردی کے جرم پر دی جانے والی سزا کو تو کالعدم قرار دے دیا گیا ہے لیکن سلمان تاثیر کے قتل پر دی جانے والی سزا کو برقرار رکھا گیا ہے۔

اگر دقت نظر اور غیر جانبدارای سے دیکھا جائے تو یہ فیصلہ کتاب و سنت اور شریعت اسلامیہ کے مطابق نہیں کیا گیا۔ اس فیصلے پر اعتراض کرنے والے کئی حضرات کا کہنا یہ ہے کہ عدالت عالیہ کو دہشت گردی کے جرم پر دی جانے والی سزا کو کالعدم قرار نہیں دینا چاہیے تھا حالانکہ قانون کا ادنیٰ طالب علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ اس مقدمہ پر دہشت گردی ایکٹ کی دفعات کا اطلاق سراسر زیادتی پر مبنی تھا۔ اس لیے دوران بحث جب غازی صاحب کے وکلاء نے اس غیر قانونی اطلاق پر مؤثر دلائل دیئے تو عدالت کے پاس انہیں تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

ہماری دانست میں اصل قابل اعتراض پہلو یہ ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے کتاب و سنت کی فراہم کردہ دوٹوک راہنمائی سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ اگر چہ فاضل جج صاحبان نے اپنے فیصلے میں متعدد قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ نقل کی ہیں لیکن جب ان سے استنباط کا مرحلہ آیا تو انہوں نے ایسی تاویلات کا سہارا لیا جنہیں اسلاف و اخلاف میں سے کسی نے آج تک اختیار نہیں کیا۔ اسی بنا پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ فاضل عدالت نے غازی صاحب کے وکلاء کی طرف سے دی جانے والی اس دلیل کو تسلیم تو کیا کہ

کتاب و سنت ملک کا سپریم لاء ہے اور تمام ملکی قوانین کی تعبیر و تشریح اسی سپریم لاء کے تابع ہونی چاہیے لیکن عملاً کتاب و سنت کے صریح احکام کو من مانی تاویلات سے غبار آلود کر کے ان کا معنوی انکار ہی کر دیا ہے۔

قانون سے استثناء کا مسئلہ

ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ غازی ممتاز احمد قادری کا اقدام شریعت اسلامیہ کی رو سے خطا پر مبنی نہیں ہے کیونکہ شاتم رسول از روئے شریعت مباح الدم ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص عدالت یا سربراہ مملکت سے سبقت لے کر بھی اس کا خون بہا دے تو مارنے والے پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہوتی۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو صریح ارشادات نبوی سے مبرہن ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ، غیر مقلدین اور اہل تشیع میں سے کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا کہ توہین رسالت کے مرتکب کو عدالت یا سربراہ مملکت سے سبقت لے کر قتل کرنے والے پر کوئی قصاص اور دیت نہیں ہے۔ گویا جس طرح امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہے ویسے ہی پوری امت اس بات پر بھی متفق ہے کہ شاتم رسول کو مارنے والے پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے خواہ وہ اس کے معاملے کو عدالت میں لے جائے بغیر ہی اسے کیوں نہ مار ڈالے۔

یہ صحیح ہے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام نے قانون کی حکمرانی اور پاسداری کے لیے کڑے معیارات مقرر کیے ہیں لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ ہر قانون میں کچھ استثنیٰ بھی ہوتا ہے۔ شاتم رسول کا معاملہ بھی شریعت اسلامیہ میں ایک استثنائی معاملہ ہے اور اس کو مارنے والا قتل حق کا مرتکب قرار پاتا ہے جس کی وجہ سے اسے کوئی سزا نہیں دی جا سکتی۔ اس طرز کا استثنیٰ خود مغربی قوانین میں بھی موجود ہے۔ ہمارے ہاں بھی یہ قانون رائج ہے کہ اگر کوئی اپنی جان، اپنے اہل خانہ کی جان اور اپنی جائیداد کے تحفظ کے لیے کسی کو

مار ڈالتا ہے تو اس پر قصاص اور دیت نہیں ہوگی۔ تعجب ہے کہ اپنی جائیداد کے تحفظ کے لیے اگر کسی کو قتل کیا جائے تو جائز اور قاتل سزا سے بھی بری لیکن جو ناموس رسالت پر دن دیہاڑے ڈاکا ڈالنے والے کو مار ڈالے تو وہ معتوب بھی ہو اور سزا کا حق دار بھی۔

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایک درجن کے قریب ایسے واقعات رونما ہوئے کہ مختلف شاتمین کو کسی نہ کسی صحابی نے قتل کر دیا لیکن جب یہ معاملات آپ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوئے تو آپ ﷺ نے مقتولین کے خون کو رائیگاں قرار دیا اور انہیں قتل کرنے والوں کو کوئی سزا نہ دی بلکہ بعض کی تو تحسین بھی فرمائی۔ شاتمین کو ٹھکانے لگانے والے صحابہ کرام میں حضرت علیؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبیدہ ابن جراحؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی ہیں جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے اقدام کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی الٰہی کے ذریعے تصویب بھی فرمائی۔ کیا کوئی بتانا پسند کرے گا کہ ان حضرات نے جب شاتمین کو ٹھکانے لگایا تو کیا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی تھی یا کسی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا تا کہ یہ بات ثابت تو ہو جائے کہ گستاخی ہوئی بھی ہے کہ نہیں؟

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ ہم عدالت کے اس حق پر قدغن نہیں لگا رہے کہ وہ اس بات کی آزادانہ تحقیق کر سکتی ہے کہ جسے گستاخی کے الزام میں قتل کیا گیا ہے اس نے عملاً گستاخی کی بھی تھی یا نہیں! بلکہ ہمیں تعجب اس بات پر ہے کہ عدالت نے کم و بیش یہ سارے واقعات اپنے فیصلے میں قلمبند بھی کیے ہیں لیکن ان سے درست نتیجہ اخذ نہیں کیا حالانکہ شاتم کو ماورائے عدالت مارنے والے پر قصاص یا دیت کا نہ ہونا ایسے شرعی مسلمات میں سے ہے جس پر مجتہدین امت میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

دوراز کار تاویلات

اب ہم ان تاویلات کا ذکر کرتے ہیں جن کا سہارا لے کر عدالت نے غازی

صاحب کے وکلاء کی طرف سے دیئے گئے دلائل کو مسترد کیا ہے۔ فاضل عدالت نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسے شاتمین کو قتل کرنے کے اقدامات کی تصویب کئی اختیارات کا حامل ہونے کی وجہ سے فرمائی۔ عدالتی فیصلہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"The Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H) in the post migration era was Head of the state, Commander in chief of the Army, the Chief Executive of the state and also the Chief judge, ultimate legislative authority of his territory and therefore, if the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H) ordered the killing of some contemnors or he ratified some individual acts of killing of the contemnors by the Muslims, he was exercising the power which accumulated in his personality with above status."

(Page#47 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

(ترجمہ) ''نبی کریم ﷺ ہجرت کے بعد ریاست کے سربراہ، افواج کے کمانڈر ان چیف، ریاست کے چیف ایگزیکٹو اور چیف جسٹس بن گئے تھے جبکہ اس خطے میں قانون سازی کا اختیار بھی آپ کے پاس تھا، لہٰذا اگر آنحضرت ﷺ نے کچھ گستاخوں کو قتل کرنے کا حکم دیا یا مسلمانوں کی طرف سے بعض شاتمین کو انفرادی طور پر قتل کرنے کے واقعات کی تصویب فرمائی تو اس کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے ان اختیارات کو استعمال کیا جو مذکورہ بالا حیثیتوں میں آپ کی ذات میں مرتکز ہو گئے تھے۔''

فاضل جج صاحبان کی طرف سے پیش کی جانے والی یہ دلیل اپنے اندر کئی ایسے مغالطے لیے ہوئے ہے کہ اگر اسے درست مان لیا جائے تو شریعت کا ڈسپلن ہی خراب ہو جائے گا اور کئی قباحتیں اور تضادات لازم آئیں گے مثلاً:

اولاً: آج تک یہ تو سنتے آئے ہیں کہ کوئی سربراہ مملکت حدود کے مقدمات کے علاوہ کسی مقدمے میں دی جانے والی سزا میں تخفیف کر سکتا ہے یا اُسے کلیتاً معاف بھی کر سکتا ہے لیکن یہ انوکھا استدلال عدالت کے فیصلے میں ہی نظر آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بطور سربراہ مملکت کسی کے فعل قتل کی تصویب فرمادی۔ عدالت کا یہ تبصرہ اس ہستی کے بارے میں ہے جو بلاشبہ دنیائے انسانیت کی عادل ترین شخصیت ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے پیش نظر بطور اصول یہ بات نہ ہوتی کہ شاتم رسول مباح الدم ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی شخص عدالتی فیصلے سے پہلے بھی مار ڈالے تو اسے کوئی سزا نہیں دی جاسکتی تو آپ ﷺ ایسے مقتولین کے خون کو رائیگاں اور باطل قرار کیوں دیتے؟ اگر عدالت کا یہ استدلال درست مان لیا جائے تو آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی عدل گستری پر ایک ایسا داغ لگ جاتا ہے جسے دھویا جانا ممکن ہی نظر نہیں آتا۔

ہماری عدالتیں اور ہمارے حکمران آج جس طرح جدید ترقی یافتہ اقوام سے خوف زدہ نظر آتے ہیں اور ہمیشہ قانون کی بالادستی اور پاسداری کے تصورات کے حوالے سے غیر ضروری حد تک دفاعی پوزیشن اختیار کر لیتے ہیں ان کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ یہ فیصلہ سامنے آنے کے بعد اگر یہ اقوام آنحضرت ﷺ پر یہ الزام عائد کر دیں کہ آپ اپنی شان میں تنقیص کرنے والے لوگوں کے ماورائے قانون قتل پر قاتلوں کو، بغیر کسی ضابطے اور اصول کے، کوئی سزا نہیں دیتے تھے بلکہ ان کے اقدام کی تصویب فرمادیتے تھے تو ان کے اس الزام کو کیسے مسترد کیا جائے گا؟

ثانیاً: صاف ظاہر ہے کہ یہ حیثیت آنحضرت ﷺ کو ریاست مدینہ کے قیام سے لے کر وصال تک حاصل رہی ہے تو پھر آپ ﷺ نے جو بھی فیصلے اس عرصے میں فرمائے وہ ہمارے لئے حجت اور لائق اتباع کیسے قرار پائیں گے؟ پھر تو ہر فیصلے کے بارے میں آسانی سے یہ کہہ دیا جائے گا کہ یہ فیصلے صرف آنحضرت ﷺ ہی کر سکتے تھے کیونکہ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد آپ کی ذات مبارکہ میں چار بڑے عہدوں کے اختیارات جمع ہو گئے تھے جو بعد میں کسی بھی شخصیت میں جمع نہ ہو سکے، لہٰذا اب امت کے لیے یہ فیصلے نہ تو لائق اتباع ہیں اور نہ ہی قابل حجت (معاذ اللہ)۔ اس طرح تو سنت کی حجیت ہی مجروح ہو کر رہ جائے گی۔

ثالثاً: آنحضرت ﷺ کے فیصلوں کو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ تک ہی محدود کر دیا جائے تو اس سے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں نقص لازم آئے گا (معاذ اللہ) جبکہ از روئے قرآن آپ ﷺ کی ذات ہی ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے اور تا قیام قیامت آپ ﷺ کا اسوہ ہی امت کی ہر معاملے میں راہنمائی کرے گا۔

اسوۂ حسنہ تو ہوتا ہی وہ ہے جو ہر ہر پہلو میں راہنمائی فراہم کر سکے۔ اگر آپ ﷺ کے یہ فیصلے صرف آپ کی ظاہری حیات مبارکہ تک ہی محدود سمجھے جائیں تو پھر کوئی دریدہ دہن یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جب سنت ان مسائل پر راہنمائی فراہم ہی نہیں کرتی پھر اسوۂ حسنہ کیا؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

رابعاً: اگر فاضل جج صاحبان کے بقول آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو مختلف حیثیتیں حاصل ہو گئی تھیں تو اس سے تو آپ ﷺ کی ذمہ داری اور بھی بڑھ گئی تھی اور ہر حیثیت میں آپ ﷺ سے عدل ہی کی توقع کی جاسکتی تھی۔ بفرض محال اگر آنحضرت ﷺ کی ذات میں یہ ساری حیثیتیں یکجا نہ بھی ہوتیں تو کیا کسی ایک حیثیت میں آنحضرت

ﷺ خلاف عدل فیصلہ فرما سکتے تھے؟ (معاذ اللہ)۔

خامساً: فاضل جج صاحبان نے آنحضرت ﷺ کی باقی ساری حیثیتوں کا ذکر تو اہتمام سے کر دیا لیکن یہ کیوں بھول گئے کہ ان سب حیثیتوں سے فائق حیثیت آپ ﷺ کا رسول اور نبی ہونا ہے جسے آپ کی زندگی کے ایک لمحے سے بھی جدا نہیں کیا جا سکتا اور اسی حیثیت میں آپ ﷺ شارح بھی ہیں اور شارع بھی اور آپ کا شارع ہونا پوری امت کے لیے تا قیام قیامت ہے۔ آپ ﷺ کی اس حیثیت کو صرف ریاست مدینہ تک محدود کرنا بھی دراصل فاضل جج صاحبان کا بہت بڑا مغالطہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جس حیثیت میں بھی فیصلے فرمائے وہ ساری حیثیتیں نبوت کے تابع تھیں اس لئے وہ سارے فیصلے پوری امت کے لیے حجت ہیں اور انہیں آنحضرت ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ یا ریاست مدینہ تک محدود کر دینے سے وہ ساری قباحتیں لازم آئیں گی جن کا تذکرہ ہم نے سطور بالا میں کیا ہے۔

تاویلِ ثانی: مدعی کو قتل کا اختیار نہ تھا

اس مقام پر فاضل جج صاحبان نے ایک اور مغالطہ آمیز تبصرہ بھی کیا ہے جس پر بات کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اسے یہاں نقل کر دیا جائے۔

"Admittedly appellant is neither the Chief Executive, nor Head of the State and not even a Judge, he was a soldier in the uniformed force, under the legal obligation to obey the orders of his superiors and beside this there was no other duty of appellant."

(Page#47 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

(ترجمہ) ''یہ بات بالکل واضح ہے کہ اپیل کنندہ نہ تو چیف ایگزیکٹو، نہ ہی سربراہ مملکت اور نہ ہی جج تھا بلکہ وہ ایک سپاہی تھا جس کا فریضہ یہ تھا کہ وہ اپنے بڑوں کے احکام بجا لائے اور اس کے علاوہ اس کی کوئی ذمہ داری نہ تھی۔''

یہاں فاضل جج صاحبان نے دفتری ذمہ داریوں کو ایک دینی فریضے سے گڈمڈ کر دیا ہے حالانکہ غازی صاحب نے سلمان تاثیر کا قتل کسی سرکاری فریضے کی ادائیگی کی خاطر نہیں کیا تھا بلکہ ایک امتی کے طور پر کیا تھا۔ نہ ہی انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ سربراہ مملکت ہیں یا جج یا چیف ایگزیکٹو ہیں بلکہ وہ تو اپنے اقدام کی تصویب کے لیے اپنا معاملہ عدالت میں لائے تھے۔ عدالت کو کسی کے فعل قتل کی تصویب کرنے یا اپنے فعل قتل کی تصویب کرانے میں فرق کرنا چاہیے تھا۔ غازی صاحب نے دوسری صورت اختیار کی تھی۔ انہوں نے نہ تو کسی اور کو سلمان تاثیر کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ ہی کسی کے فعل قتل کی تصویب کی تھی تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے چیف ایگزیکٹو، سربراہ مملکت یا جج ہونے کا تاثر دیا؟

مدنی اور مکی دور کا فرق

فاضل جج صاحبان نے غازی صاحب کے وکلاء کی اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہ مقتول کسی بھی دوسرے گستاخ رسول کی طرح چونکہ مباح الدم تھا اس لئے اپیل کنندہ اسے قتل کرنے میں حق بجانب تھا، یہ تاثر بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی دو ادوار پر مشتمل ہے ایک مکی اور دوسرا مدنی۔ مکی دور میں عدالت کے بقول آنحضرت ﷺ کی حیثیت انفرادی تھی۔ اس دور میں آپ پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے، آپ ﷺ کی توہین کی گئی لیکن اس دور میں کسی بھی گستاخ کو کوئی سزا نہ دی گئی کیوں کہ آپ ﷺ اس وقت انفرادی حیثیت میں کام کر رہے تھے اور آپ ﷺ کی حیثیت انفرادی تھی، سربراہ مملکت کی نہ تھی۔ عدالت نے اس دور میں دو واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں گستاخوں کو انفرادی طور پر

بعض صحابہ کی طرف سے معمولی سزا دی گئی۔ جب مدینہ میں ریاست کا قیام عمل میں آیا تو آپ ﷺ سربراہ مملکت بن گئے۔ غزوۂ بدر سے پہلے مدنی دور میں بھی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ آنحضرت ﷺ نے کسی گستاخ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہو یا کسی مسلمان کی طرف سے کسی گستاخ کو قتل کرنے کے فعل کی تصویب فرمائی ہو۔ بدر کے بعد جب ریاست مدینہ نے اپنے قدم جما لیے اور جزیرہ نمائے عرب میں مسلمان ایک ناقابل تسخیر طاقت بن گئے تو اس وقت آنحضرت ﷺ نے گستاخوں کو قتل کرنے کے احکام بھی دیئے اور گستاخوں کو انفرادی طور پر مارنے والوں کے فعل کی تصویب بھی فرمائی۔ عدالت نے یہ پس منظر بیان کرنے کے بعد جو بات بیان کی ہے اس کی سطر سطر سے مغالطے عیاں ہو رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

"In this period there are the examples of the killing of the contemnors on the orders/judgment of the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H) and the ratification of the individual acts of the muslims murdering the contemnors but it has already been observed that at that time the Islamic state was in the state of war with the Jews who were expelled from Madina and they were not only guilty of the individual contempt of the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H) but they were also rebels of the state. In view of the above discussion it is evident like the

broad day light that act of appellant of murdering the deceased can never be justified on the touchstone of the decisions of the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H) and the settled principle of the Islamic Law about the subject of blasphemy."

(Page#50 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

(ترجمہ) ''اس دور میں (یعنی بدر کے بعد) گستاخوں کو آنحضرت ﷺ کے حکم/فیصلوں پر قتل کرنے اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے گستاخوں کو قتل کرنے کے فعل کی تصویب کی مثالیں ملتی ہیں لیکن پہلے ہی یہ بات نوٹ کی گئی ہے کہ یہ وہ دور تھا جب اسلامی ریاست یہودیوں کے ساتھ حالت جنگ میں تھی جنہیں مدینہ سے نکال دیا گیا تھا اور وہ صرف آنحضرت ﷺ کی توہین کے جرم کے مرتکب نہیں تھے بلکہ وہ ریاست مدینہ کے باغی بھی تھے۔ اس گفتگو کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اپیل کنندہ کا فعل قتل آنحضرت ﷺ کے ان فیصلوں اور توہین رسالت کے مسئلہ پر اسلامی قانون کی رو سے مبنی بر جواز نہیں ہے۔''

فاضل جج صاحبان کا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ غازی صاحب کا اقدام توہین رسالت کے مسئلہ پر اسلامی قانون کی روشنی میں مبنی بر جواز نہیں، یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے توہین رسالت کے مسئلہ کو اسلامی قانون کی روشنی میں سمجھنے کے حوالے سے ادنیٰ تامل بھی نہیں کیا اور نہ ہی غازی صاحب کے معاملے پر اس کا درست اطلاق کیا ہے۔ اسلامی قانون، توہین رسالت کے حوالے سے مسلم اور غیر مسلم کو الگ الگ سطح پر رکھتا ہے۔ مسلمان جب گستاخی

کرتا ہے تو وہ مرتد خاص بن جاتا ہے جبکہ غیر مسلم تو پہلے ہی دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ اگر وہ غیر مسلم کسی اسلامی ریاست کا رہائشی نہیں تو ظاہر ہے کہ اسے ماورائے قانون انفرادی طور پر ہی مارا جاسکتا ہے بشرطیکہ کسی کو اس پر قدرت حاصل ہو جائے جبکہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم کو سزا دینے کے لیے ضروری ہے کہ یا تو وہ عادی مجرم ہو یا گستاخی کا اعلانیہ اظہار کر رہا ہو۔

مسلم اور غیر مسلم میں فرق نہ کرنا

یہاں عدالت کے پیش نظر معاملہ ایک گستاخ مسلمان کا تھا لیکن مکی اور مدنی دور کے جن واقعات کا انہوں نے فیصلے میں ذکر کیا ہے وہ غیر مسلم گستاخوں کے تھے۔ مسلمان گستاخ کا معاملہ تو بالکل واضح ہے۔ گستاخی کی صورت میں وہ ارتداد خاص کے باعث مباح الدم ہو جاتا ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ وہ زندیق کی طرح ہوتا ہے لہٰذا اس کے معاملہ میں اسلامی ریاست کا حالت جنگ میں ہونا یا نہ ہونا یا اس کا مرکب جرائم کا مرتکب ہونا یا نہ ہونا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا، چہ جائیکہ ان فرضی بنیادوں کا اطلاق اس پر کر کے واضح اسلامی قانون کو مسخ کرنے کی کوشش کی جائے۔ فرضی بنیادیں ہم نے اس لیے کہا ہے کہ فیصلے میں کعب بن اشرف کے قتل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو یہودی قبیلہ بنونضیر کا سردار تھا لیکن اس قبیلے کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے معاہدہ فرما رکھا تھا اور ریاست مدینہ ہرگز اس قبیلے کے ساتھ حالت جنگ میں نہیں تھی اور نہ ہی آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف لشکر کشی کا حکم دیا اور نہ ہی اس قبیلے کے کسی دوسرے فرد کی طرف کسی کو قتل کرنے کے لیے روانہ فرمایا بلکہ

بطور قبیلہ تو ان کے ساتھ معاہدہ تھا۔

اگر اسلامی ریاست ان کے ساتھ حالت جنگ میں ہوتی تو کیا آنحضرت ﷺ حضرت مسلمہ بن محمدؓ کو اس کے قتل کی مہم پر روانہ فرماتے اور کیا قبیلہ بنونضیر کا وفد اس کے قتل کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ سے یہ شکایت کرتا کہ ان کے سردار کو دھوکے سے مار دیا گیا ہے؟ اسی طرح یہ بھی ایک فرضی بنیاد ہے کہ کعب بن اشرف کو اس کے مرکب جرائم کی وجہ سے مارا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے اس کو مارنے کی وجہ کو دوٹوک انداز میں بیان فرما دیا ہے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

'من لکعب بن الاشرف ؟ فانه اذى الله و رسوله' کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے۔

(صحیح بخاری رقم: ۴۰۳۷)

مرکب جرائم کا موہوم فلسفہ

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کعب بن اشرف کے جرائم بلاشبہ مرکب تھے لیکن آپ ﷺ نے ان پر اسے قتل کرنے کا فیصلہ نہ فرمایا بلکہ اس کو قتل کرنے کا سبب صراحتاً اپنی زبان اقدس سے بیان فرمادیا کہ وہ ہجو گوئی کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتا تھا یعنی گستاخی کرتا تھا۔ اس کے بعد بھی یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ نے مرکب جرائم پر اسے سزا دی یہ ارشاد نبوی ﷺ پر تجاوز ہے۔

اگر مرکب جرائم پر آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا تو پھر تو یہ بات لازم

آئے گی کہ اگر کوئی گستاخ مرکب جرائم کا مرتکب ہوگا تو اسے سزا دی جاسکے گی۔ یہ بات عدالت کے سوچنے کی تھی کہ تو پھر اس قانون کا کیا بنے گا جسے 295C کہتے ہیں؟ جسے خود عدالت نے درست مانا ہے اور واضح طور پر یہ تسلیم کیا ہے کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہی ہے۔ گویا یہ دلیل تو خود ان کے مؤقف کے خلاف جاتی ہے اور ان کے فیصلے میں ایک واضح تضاد کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے مرکب جرائم کی بنا پر اسے قتل کرنے کا حکم صحابہ کرامؓ کو دیا تھا تو اس سے یہ بات کہاں ثابت ہوتی ہے کہ محض اہانت رسول ایسا جرم نہیں ہے کہ جس پر اس کے مرتکب کو قتل کیا جائے گا مثلاً اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کو قتل کرتا ہے تو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ اگر وہ اپنے انجام کو دیکھتے ہوئے مزید پندرہ بیس افراد کو قتل کر دیتا ہے یا ڈکیتی اور چوری کی وارداتیں کرتا ہے تو بھی اسے موت کی سزا ہی دی جائے گی تو اس سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسے موت کی سزا پہلے شخص کے قتل کے قصاص کے طور پر نہیں دی گئی بلکہ وہ مرکب جرائم کا مرتکب تھا اس لیے یہ سزا دی گئی؟ ان کی یہ منطق اس لیے بھی درست نہیں کہ خود شارع علیہ السلام نے ان مرکب جرائم کے مرتکب بد بختوں کو قتل کرنے کی اصل علت کو واضح فرما دیا ہے جیسا کہ ہم نے صراحت کے ساتھ اوپر ذکر کر دیا ہے۔ زبان نبوت سے اس تصریح کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کعب بن اشرف کے قتل کے اسباب کی کوئی بھی توجیہہ اس فرمان نبوی سے ہٹ کر کرے۔

پھر ہمیں یہ بھی جائزہ لینا چاہیے کہ کعب بن اشرف کے جن مرکب جرائم کا ذکر کیا جاتا ہے کیا وہ اذیت رسول ﷺ پر ہی منتج نہیں ہوتے؟ جیسے کعب بن اشرف کا آنحضرت ﷺ سے سخت عداوت رکھنا، آپ کی شان اقدس میں ہجویہ اشعار کہنا، آپ کی عداوت میں مشرکین مکہ کو آنحضرت ﷺ کے خلاف اشتعال دلانا، بدر میں جہنم واصل ہو جانے والے

مشرکین مکہ کے دردناک مرثیے کہہ کہہ کر مشرکین مکہ کے سرداروں کو انتقام لینے کے لیے ابھارنا اور آنحضرت ﷺ کے قتل کی سازش کرنا دراصل ایسے امور ہیں جس سے اذیت رسول کا ہی جرم نمایاں ہوتا ہے۔ اسی طرح کعب بن اشرف سے منسوب یہ جرم کہ وہ مسلمانوں عورتوں کے خلاف نہایت گندے اور عشقیہ اشعار کہتا تھا بلاشبہ قابل مذمت ہے لیکن اس سے اس کے قتل کا جواز بہرحال میسر نہیں آتا۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر وہ اپنی مذکورہ سازشی سرگرمیاں ریاست مدینہ کے اندر رہ کر سرانجام دیتا تو اسے حرابہ کے تحت سزا دی جاسکتی تھی لیکن مدینہ منورہ سے باہر مکہ مکرمہ جا کر مشرکین مکہ کو انتقام پر ابھارنا ایسا فعل نہیں ہے جو صرف کعب بن اشرف سے ہی منسوب ہو کیونکہ انتقام کی آگ تو ان تمام مشرکین مکہ کے سینے میں بھی لگی ہوئی تھی جن کے سردار اور قریبی رشتہ دار بدر میں جہنم واصل ہوئے تھے حتیٰ کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے تو اپنے انتقام کی آتش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے وحشی کو نیزہ بازی کی تربیت دینے کا خصوصی اہتمام کیا اور اس کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ آئندہ جنگ میں حضرت حمزہؓ کو قتل کرے گا۔ چنانچہ غزوۂ احد میں وحشی کے ہی ہاتھوں حضرت حمزہؓ کی شہادت ہوئی لیکن اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے وحشی کو معاف کرتے ہوئے اسے اسلام میں داخل فرما لیا حالانکہ کعب بن اشرف کا مشرکین مکہ کو انتقام کے لیے ابھارنا وحشی کے اس اقدام سے زیادہ سنگین نہیں تھا جو اس نے حضرت حمزہؓ کو نشانہ بنانے کے لیے بھرپور تیاری کی صورت میں کیا اور بالآخر احد میں وہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب بھی ہو گیا تو پھر کیا وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے کعب بن اشرف کو تو سزاوار قتل قرار دیا اور وحشی کو معاف فرما دیا اور اسے داخل اسلام بھی فرما لیا؟ اس کا واضح سبب یہ ہے کہ وحشی کعب بن

اشرف کی طرح شاتم رسول نہیں تھا اور نہ اس نے آنحضرت ﷺ کو حالت امن میں کوئی ایذا پہنچائی تھی۔ حالت جنگ میں اگرچہ اس کا حضرت حمزہؓ کو شہید کرنا آپ ﷺ کے لئے باعث اذیت تھا لیکن جنگ میں کسی مشرک کا کسی مسلمان کو شہید کرنا ایک ایسا فعل ہے جس پر اس نوع کی اذیت کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا جو معمول کے حالات میں کسی کے عمل سے پہنچتی ہے۔ جنگیں تو لڑی ہی اس لیے جاتی ہیں کہ مخالف کو زیادہ سے زیادہ اذیت دی جائے۔ لہذا باہم مخالف ومتحارب ہونے کی صورت میں اذیت پہنچانے اور عام حالات میں اذیت پہنچانے میں فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وحشی کے حالت جنگ کے اقدام کو درگزر فرمایا اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کی علت بھی واضح فرما دی کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ کعب بن اشرف کو قتل کروانے کا سبب وہ مرکب جرائم نہیں تھے جن کا تذکرہ عدالت نے کیا ہے بلکہ اصلاً اس کے قتل کا سبب آنحضرت ﷺ کو ایذا پہنچانا ہی تھا۔ واقدی نے اسناد کے ساتھ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے:

کعب بن اشرف کے قتل کے بعد یہودیوں اور ان کے طرف دار مشرکوں پر دہشت طاری ہوگئی اور وہ صبح ہوتے ہی آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے سردار پر رات کی تاریکی میں حملہ کیا گیا، ہمیں اس کے کسی جرم کی خبر نہیں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"انه لو قر کما قر غیره ممن هو علی مثل رایه ما اغتیل ولکنه نال منا الا ذی و هجانا با لشعر و لم یفعل هذا احد منکم الا کان له السیف".

اگر وہ دوسرے یہودیوں کی طرح معاہدے کی پاس داری کرتا تو کوئی اسے دھوکے سے قتل نہ کرتا لیکن اس نے ہمیں اذیت دی اور اشعار کے ذریعے ہماری ہجوگوئی کی اور اگر تم میں سے کوئی بھی ایسی حرکت کرے گا تو وہ تہہ تیغ کیا جائے گا۔

(المغازی 72/1، دارلکتب العلمیه بیروت)

یہودیوں اور آنحضرت ﷺ کے درمیان اس مکالمہ میں یہودیوں نے یہ عرض کی کہ ہمیں کعب بن اشرف کے کسی جرم کی خبر نہیں۔ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے اس کے تفصیلی جرائم کا ذکر کرنے کی بجائے صرف اس کے ایک جرم کی نشاندہی فرمائی جسے آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے سوال کے جواب میں کعب کے سبب قتل کے طور پر بیان فرمایا۔ اس کا یہ جرم اشعار کے ذریعے آنحضرت ﷺ کی ہجوگوئی کرنا اور آنحضرت ﷺ کو اذیت پہنچانا تھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کعب کے مکہ جانے اور وہاں سے واپس مدینہ آنے پر اس کے عہد کے ٹوٹنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ اس کا سبب اس کے وہ اشعار تھے جو اس نے مدینہ واپس آکر آنحضرت ﷺ کی ہجو میں پڑھے چنانچہ امام ابن تیمیہؒ اس حدیث شریف کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ واقدی نے اپنے شیوخ سے لکھا ہے:

"فقوله "لو قر كما قر غيره ممن هو على مثل رأيه ما اغتيل هو لكنه نال منا الا ذى وهجانا بالشعر، ولم يفعل هذا احد منكم الا كان له السيف" نص فى انه انما انتقض عهد ابن الاشرف بالهجاء ونحو، ان من فعل هذا من المعاهدين فقد استحق السيف و حديث جابر المسند من الطريقين يوافق هذا و عليه العمدة فى الاحتجاج و ايضاًفانه لما ذهب الى مكة ورجع الى المدينة لم يندب النبى ﷺ المسلمين الى قتله، فلما بلغه عنه الهجاء ندبهم الى قتله ، والحكم الحادث يضاف الى السبب الحادث فعلم ان ذلك الهجاء والاذى الذى كان بعد رجوعه من مكة موجب لنقض عهده و لقتاله".

(الصارم المسلول : ۱۵۴/۲)

حدیث کے یہ الفاظ کہ ”اگر وہ (کعب) دوسروں کی طرح معاہدہ کی پاسداری کرتا تو دھوکے سے نہ قتل ہوتا، اس نے ہمیں اذیت دی اور اشعار کے ذریعے ہماری ہجو گوئی کی اور تم میں سے جو بھی اس حرکت کا مرتکب ہوگا تہ تیغ کیا جائے گا“۔اس بارے میں نص ہے کہ ہجو گوئی کی وجہ سے ابن اشرف کا عہد ٹوٹ گیا تھا اور معاہدین میں جس نے اس فعل کا ارتکاب کیا وہ تلوار کا مستحق ہوگیا۔حدیث جابر جو دو طریقوں سے مسند ہے وہ ہمارے بیان کردہ دلائل کے موافق ہے اور عمدہ دلیل ہے۔اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کعب جب مکہ مکرمہ گیا اور لوٹ کر مدینہ آیا تو آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو اس کے قتل کا حکم نہ دیا بلکہ جب اس کی طرف سے ہجو گوئی کی خبر پہنچی تو قتل کا حکم دیا اور اصول یہ ہے کہ حکم حادث کی نسبت سبب حادث کی طرف کرتے ہیں۔معلوم ہوا کہ ہجو گوئی اور اذیت جو مکہ سے لوٹنے کے بعد ظہور پذیر ہوئی وہ نقض عہد اور قتل کعب کا سبب بن گئی۔

فاضل جج صاحبان نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہودیوں کو مدینے سے باہر نکال دیا گیا

تھا۔یہ بھی حقائق کے منافی ہے کیونکہ یہودیوں کے تینوں قبیلے پہلے ہی مدینہ کے آس پاس آباد تھے ان میں سے کوئی بھی قبیلہ مدینہ کے اندر آباد تھا ہی نہیں کہ اسے مدینہ سے باہر نکالنے کی حاجت ہوتی۔ان میں قبیلہ بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ شامل تھے۔آنحضرت ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد تینوں سے معاہدہ فرمایا تھا۔ہاں کچھ یہودی انفرادی طور پر مدینہ میں موجود تھے جن میں ایک ابوعفک بھی تھا جسے گستاخانہ قصیدہ لکھنے کی پاداش میں قتل کیا گیا تھا۔ایک اور یہودی ابورافع کو بھی قتل کیا گیا اور خود زبان نبوت نے تصریح فرمائی کہ اسے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے اور آپ کے دشمنوں کی مدد کرنے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔تفصیلات بخاری کی کتاب المغازی میں ملاحظہ ہوں۔الغرض کسی بھی یہودی کا قتل نہ کیا گیا مگر اس صورت میں کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو ایذا پہنچائی۔لہٰذا مرکب جرائم پر سزا دینے کا فیصلہ ایک خود ساختہ مفروضہ ہے جو ان حقائق سے کوسوں دور نظر آتا ہے جو خود زبان نبوت نے صراحت کے ساتھ بیان فرمائے۔یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جن یہودی گستاخوں کا قتل ہوا وہ آنحضرت ﷺ کے صریح حکم پر ہوا۔ان تمام معاملات میں آپ نے کسی گستاخ کو انفرادی طور پر قتل کرنے والے کے فعل کی تصویب نہیں فرمائی جبکہ عدالت میں معاملہ ایک گستاخ کو ماورائے قانون قتل کرنے اور اس کے فعل کی تصویب کا زیر بحث تھا۔اگر مرکب جرائم کا مفروضہ درست بھی مان لیا جائے تو فاضل جج صاحبان نے اس خود ساختہ اصول کا اطلاق ایک ایسے مسلمان گستاخ پر کیسے کر دیا جسے ماورائے قانون قتل کیا گیا تھا؟

حالات جنگ میں ہونے کی تاویل

پھر فاضل عدالت نے اس حوالے سے ایک اور تاویل کا سہارا بھی اپنے فیصلے میں لیا ہے، ملاحظہ ہو:

"It has already been observed that those incidents of the murders of the contemnors which were ratified by the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H) relate to the era when the Islamic state was at war with the enemies and it was to strengthen its ground in the Arabian peninsula."

(Page#61 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

(ترجمہ)''پہلے ہی یہ بات مشاہدہ میں آچکی ہے کہ گستاخوں کو قتل کرنے کے وہ واقعات جن کی آنحضرت ﷺ نے تصویب فرمائی ان کا تعلق اس دور سے ہے جس دور میں اسلامی ریاست اپنے دشمنوں سے جنگ لڑ رہی تھی اور اس کا مقصد جزیرہ نمائے عرب میں اس کی بنیادوں کو مستحکم کرنا تھا۔''

از خود اقدام کر کے شاتمین کو قتل کرنے کے جتنے بھی واقعات کتب احادیث و سیرت میں ملتے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایک واقعہ ایسا نہیں ہے جو حالت جنگ سے متعلق ہو اور جن واقعات کو بطور خاص عدالت نے حالت جنگ کے ساتھ منسلک کرنے کی کوشش کی ہے جیسے یہودی سردار کعب بن اشرف، ابو رافع اور ابو عفک وغیرہ کا قتل تو یہ وہ ملعونین ہیں جنہیں آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ لہٰذا یہ بے بنیاد مفروضہ یہیں دم توڑ جاتا ہے۔ البتہ مزید وضاحت کے لیے ہم یہ عرض کیے دیتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق ؓ نے اس شخص کو قتل کیا جو آنحضرت ﷺ کے فیصلے پر عدم اطمینان ظاہر کر رہا تھا تو اس وقت اسلامی ریاست کس کے ساتھ حالت جنگ میں تھی؟ جب ایک صحابی نے اپنے شاتم والد کو قتل کیا اور آنحضرت ﷺ پر یہ قتل گراں نہ گزرا تو اس وقت

اسلامی ریاست کس کے ساتھ جنگ میں مشغول تھی؟ جب حضرت عبیدہ ابن جراح ؓ نے اپنے شاتم والد کو قتل کر ڈالا اور آپ ﷺ نے انہیں اس پر سزا دینا تو درکنار ناپسندیدگی کا اظہار بھی نہ فرمایا تو اس وقت اسلامی ریاست کس کے ساتھ صف آراء تھی؟ جب حضرت عمیر بن عدیؓ نے قبیلہ خطمیہ کی اسماء بنت مروان کو مارا تو آنحضرت ﷺ نے یہ کہہ کر ان کی تحسین فرمائی کہ اسے اندھا نہ کہو بلکہ یہی بصارت والا ہے تو اس وقت اسلامی ریاست کو کون سا معرکہ درپیش تھا؟ جب نابینا صحابی نے اپنی ام ولد کو مار ڈالا اور آنحضرت ﷺ نے اس مقتولہ کے بارے میں فرمایا کہ تم سب گواہ ہو جاؤ کہ اس کا خون رائیگاں چلا گیا تو اس وقت اسلامی ریاست کس کے ساتھ مصروف جنگ تھی؟ جب ایک یہودی شاتمہ کا گلا گھونٹ دیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کا خون باطل تھا تو اس وقت اسلامی ریاست کو کیا خطرات درپیش تھے؟ اسی طرح جس وقت حضرت عمیر بن امیہؓ نے اپنی مشرکہ شاتمہ بہن کو مار ڈالا اور آپ ﷺ نے مقتولہ کے بیٹوں کو واضح فرمایا کہ تمہاری ماں کا خون رائیگاں ہے تو اس وقت اسلامی ریاست کس سے پنجہ آزما تھی؟ کاش عدالت اس حساس موضوع پر لکھنے سے پہلے ادنیٰ تأمل بھی کرتی تو کم از کم ان باطل تاویلات کا سہارا نہ لیتی۔ کاش ان روایات پر اچھی طرح غور کر لیا جاتا اور ایسے شاتمین کے خون کو جس طرح زبان نبوت نے رائیگاں اور باطل قرار دیا اور آپ ﷺ کے الفاظ پر ہی غور کر لیا جاتا تو یہ بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی کہ شاتم ان ارشادات نبوی کی روشنی میں مباح الدم ہوتا ہے اور یہ بات بھی سمجھ آجاتی کہ آنحضرت ﷺ نے یہودیوں سے کوئی جنگ جزیرہ نمائے عرب میں قدم جمانے کے لیے لڑی ہی نہیں البتہ عدالت نے اس حوالے سے مختلف مقامات پر متضاد باتیں کی ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ جب اسلامی ریاست نے جزیرہ نمائے عرب میں قدم جمالیے تو گستاخوں کو سزائیں دیں اور ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ سزائیں اس دور

میں دی گئیں جب اسلامی ریاست حالت جنگ میں تھی اور ان جنگوں کا مقصد جزیرہ نمائے عرب میں قدم جمانا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آنخضرت ﷺ کے بعد چاروں ائمہ کرام نے آپ ﷺ کے انہی فیصلوں کی روشنی میں اس پر اتفاق کیا ہے کہ شاتم مباح الدم ہوتا ہے اور اگر کوئی اسے از خود بھی مار ڈالے تو اس پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہوتی۔ تعجب ہے کہ عدالت نے ائمہ اربعہ کی تصریحات سے بھی اپنی آنکھیں بند رکھیں اور انحصار کیا تو ان باطل اور مردود تاویلات پر جن کا ذکر اسلاف و اخلاف میں سے کسی بھی جید عالم دین نے نہیں کیا۔

گستاخوں کی معافی سے غلط استدلال

فاضل جج صاحبان نے اپنے فیصلے کے آخر میں لکھا ہے:

"The Holy Prophet (P.B.U.H) was the blessing for whole mankind and the instances where the Holy Prophet (P.B.U.H) forgave the contemnors are more in number than the instances where the contemnors were done to death."

(Page#63 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

(ترجمہ) ''نبی کریم ﷺ تمام انسانیت کے لیے رحمت تھے اور ان واقعات کی تعداد جن میں آنخضرت ﷺ نے گستاخوں کو معاف فرمایا کہیں زیادہ ہے ان واقعات سے جن میں آنخضرت ﷺ نے گستاخوں کو موت کی سزا دی۔''

فیصلے میں لکھے گئے اس غیر ضروری تبصرے سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ آنخضرت ﷺ نے گستاخوں کے ساتھ زیادہ تر معاملہ معافی والا کیا ہے۔ اول تو یہ اعداد و شمار ہی

سرے سے غلط ہیں، دوسرے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے بعض گستاخوں کو بعض حکمتوں کی بنا پر معاف فرمایا اور آپ کو ایسا کرنے کا حق تھا جبکہ اب امت کے پاس یہ حق نہیں ہے جیسا کہ جمہور اہل علم نے صراحت کی ہے۔

تعجب ہے کہ عدالت نے فیصلے کے پہلے حصے میں خود لکھا ہے:

"The above mentioned verses of the Holy Quran and sayings of Prophet (P.B.U.H) reveal that it is the verdict of ALLAH Almighty that in no case , the case of the person who gives any sort of complaint to the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H) is to be condoned. The prophet hood of the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H) was entrenched in the Heavens and all other great prophets aspired to have been included in the group of followers of the Holy Prophet (P.B.U.H). To respect and love him more than any person(s) on the global face is the requirement of Faith."

(Page#17 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

(ترجمہ) ''قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیات اور ارشادات نبوی ﷺ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ رب العزت کا فیصلہ ہے کہ کسی صورت میں بھی آنخضرت ﷺ کو کسی قسم کی شکایت کا موقع دینے والے کا معاملہ کبھی بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔''

اس کے بعد عدالت نے وفاق شرعی عدالت کے کیس محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ فیصلہ عدالت پر آئین پاکستان کے آرٹیکل 203GG کی رو سے Binding ہے پھر اس فیصلے کی تفصیلات بیان کیں جو فیصلے کے صفحہ 18 سے لیکر 25 تک پھیلی ہوئی ہیں ان میں واضح طور پر یہ لکھا ہوا ہے۔

"It is pertinent to mention here that Holy Prophet (P.B.U.H) has pardoned some of his contemners but the jurists concur that Prophet himself had the right to pardon his contemners but the Ummah has no right to pardon his contemners .(Assarum al Maslul, Ibn Taimiyyah, page 222-223)."

(Page#22 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

(ترجمہ) ''یہاں واضح کرنا بے حد ضروری ہے کہ نبی پاک ﷺ نے بعض گستاخوں کو معاف بھی کیا لیکن فقہا نے اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بذات خود یہ حق حاصل تھا کہ وہ گستاخوں کو معاف کر دیں لیکن امت کو کوئی حق نہیں کہ وہ گستاخوں کو معاف کرے۔

(الصارم المسلول ابن تیمیه : ص ۲۲۲، ۲۲۳)۔''

ایک اور مقام پر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کا ایک اور اقتباس یوں پیش کیا گیا ہے:

"The above discussion leaves no manner of doubt that according to Holy Quran as interpreted by the Holy Prophet (P.B.U.H) and the practice ensuing thereafter in the Ummah, the penalty for the

contempt of the Holy Prophet (P.B.U.H) is death nothing else. We have noted that no one after the Holy Prophet (P.B.U.H) exercised or was authorized the right of retrieve or pardon."

(Page#24 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

(ترجمہ) ''مذکورہ گفتگو سے شبہ کی معمولی گنجائش بھی نہیں رہتی کہ قرآن حکیم، آنحضرت ﷺ کی تشریحات اور آپ کے بعد امت کے تعامل کے مطابق آنحضرت ﷺ کی گستاخی کی سزا صرف موت ہے اور کچھ نہیں ۔ ہم نے یہ بات بھی محسوس کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد کسی کو بھی گستاخ کو معاف کرنے کا حق حاصل نہیں اور نہ ہی کسی نے اسے استعمال کیا ہے۔''

یہ بات ناقابل فہم ہے کہ عدالت نے آخر میں مذکورہ بالا تاثر کیوں قلم بند کیا جو ان کے فیصلے کے ابتدائی حصے کی سراسر نفی کر رہا ہے۔ اگر وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ فیصلے کو فاضل جج صاحبان اپنے لیے Binding سمجھتے جیسا کہ انہوں نے اس کا اظہار فرمایا ہے تو وہ ہرگز مذکورہ بالا تاثر قلمبند نہ فرماتے جو صرف خلاف حقیقت ہی نہیں بلکہ خود وفاقی شرعی عدالت کی تصریحات کے بھی منافی ہے۔ یہ تاثر قلمبند کرنا دراصل یہ آشکار کر رہا ہے کہ عدالت خود بھی اس مسئلہ پر واضح نہیں ہے اور فکری التباس وانتشار کا شکار ہے۔

گستاخ کی نیت کا مسئلہ

اسی طرح عدالت نے ثبوت جرم کے لیے نیت کے اعتبار کو ضروری قرار دینے کے لیے اپنے فیصلے میں کئی صفحات لکھ ڈالے۔ یہ بحث فیصلے کے صفحات نمبر 30 تا 36 تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان صفحات پر عدالت نے قاضی عیاض ؒ کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ

اگر چہ بعض فقہا کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صریح گستاخی کی صورت میں گستاخی کرنے والے سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس کی نیت کیا ہے اور اگر توہین کے الفاظ ذو معنی ہوں یا ان سے مختلف معانی نکل سکتے ہوں جن میں سے ایک معنی گستاخی پر محمول کیا جا سکتا ہو تو پھر گستاخ سے پوچھا جائے گا کہ اس کی نیت کیا تھی۔ اس کے بعد عدالت نے واضح طور پر لکھا ہے:

"We, however do not agree. Firstly the meaning and import of words differ from place to place. Again context may also suggest different meaning. The accused therefore must be allowed an opportunity to explain lest an innocent person is punished."

(Page#35 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

(ترجمہ) ''ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اولاً معانی اور الفاظ کا اطلاق موقع بہ موقع مختلف ہوتا ہے، پھر سیاق وسباق سے معانی بدل جاتے ہیں لہٰذا ملزم کو یہ موقع ضرور دیا جانا چاہیے کہ وہ اپنی نیت واضح کرے تا کہ کسی معصوم آدمی کو سزا نہ مل سکے۔''

ہماری ناقص رائے میں اوّل تو صریح گستاخی کے معاملے میں شاید ہی کسی قابل ذکر فقیہ نے نیت کے اعتبار کو لازم قرار دیا ہو۔

ثانیاً: اگر ثبوت جرم کے لیے نیت کے اعتبار کو بہرحال ضروری قرار دیا جائے تو ہر برے سے برے عمل کی اچھی نیت تراش لی جائے گی۔ پھر تو کوئی کسی کو قتل کر ڈالے اور بعد میں کہہ دے کہ میں نے اسے اس لیے قتل کیا کہ اس کے شر سے انسانیت کو ضرور پہنچنے کا قوی اندیشہ تھا تو اس صورت میں عدالت کیا کرے گی؟

ثالثاً: نیت کا اعتبار جزاء کے لیے ہے نہ کہ ثبوت جرم کے لیے۔ اگر عدالت کی بات مان لی جائے تو لا قانونیت کا ایسا راستہ کھل جائے گا جسے بند کرنا ناممکن ہوگا۔

رابعاً: عدالت نے اس قدر تفصیلی اور غیر ضروری بحث سے قبل یہ جائزہ لینے کی زحمت نہ فرمائی کہ ملک میں رائج قانون یہاں کیا کہتا ہے: 295C کا متن حسب ذیل ہے:

''جو کوئی زبانی یا تحریری طور پر مرئی اظہار، بہتان تراشی یا مخفی توہین یا طعنہ زنی سے بلا واسطہ یا بالواسطہ پیغمبر اقدس حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی توہین یا بے حرمتی کرے تو وہ سزائے موت کا مستوجب ہوگا۔''

غور فرمائیں کہ اس قانون میں نیت کے اعتبار کا ذکر کہاں موجود ہے؟ یہاں تو مخفی توہین پر بھی سزا دینے کا ذکر ہے۔ فاضل جج صاحبان نے قانون کی پابندی کا جو درس جا بجا اپنے فیصلے میں دیا ہے کاش وہ اس مسئلہ پر اپنی رائے دینے سے قبل اس پر خود بھی عمل فرماتے اور رائج قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس قانون کی تشریح فرماتے۔

بنیادی مسئلے سے اغماض

ہماری دانست میں اس مقدمے کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ سلمان تاثیر نے اپنے قول و فعل سے تواتر کے ساتھ اعلانیہ اور صریحاً توہین و تنقیص رسالت کی۔ جب بھی اسے متوجہ کیا گیا کہ وہ ایک جرم کا ارتکاب کر رہا ہے جو قابل معافی نہیں تو اس نے بجائے ندامت اور توبہ کا راستہ اختیار کرنے کے اپنے جرم پر اصرار کا راستہ اختیار کیا (اور شرعی فتووں اور علماء کا بھی استخفاف کیا)۔ اس صورتحال میں غازی ممتاز احمد قادری نے اسے شاتم اور مباح الدم سمجھتے ہوئے تب قتل کیا جب غازی صاحب نے قتل سے پہلے سلمان تاثیر سے یہ شکوہ کیا کہ آپ تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کیوں کہتے ہیں؟ جبکہ آپ خود بھی نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں۔ اس موقع پر بھی سلمان تاثیر نے کوئی معقول بات کرنے کی بجائے

ایسے الفاظ کہے کہ جنہیں زبان پر نہیں لایا جاسکتا۔ چنانچہ فوری اشتعال کی صورت میں غازی صاحب نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد سوچی سمجھی سکیم کے تحت یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا کہ سلمان تاثیر کے اقوال وافعال سے گستاخی ثابت نہیں ہوتی۔

سارے مکاتب فکر کا متفقہ فتویٰ

اس غلط پروپیگنڈا کے انسداد کے لیے ملی مجلس شرعی نے ایک تفصیلی فتویٰ مرتب کیا جس پر تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے تائیدی دستخط ثبت فرمائے۔ اگر چہ یہ فتویٰ غازی صاحب کے اقدام کے بعد مرتب ہوا لیکن اس میں معروضی حالات اور شرعی احکام کو سامنے رکھا گیا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

''جو واقعات اور شواہد سائل نے سلمان تاثیر کے حوالے سے ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ ان سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے تحفظ ناموس رسالت کے ضامن قانون کو جو کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی رو سے ملک میں حداً نافذ ہے، کالا قانون کہہ کر اور اس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزا یافتہ مجرمہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کر کے اور اس کی سزا کو ظالمانہ اور سخت سزا کہہ کر، پھر اس قانون کو ختم کرانے کے عزم کا اظہار کر کے اور اس سابہ مشرکہ کی سزا کو ہر حال میں معاف کرانے کا اعلان کر کے توہین وتنقیص رسول ﷺ کا ارتکاب کیا۔ جس کی بنا پر وہ مباح الدم ہو گیا تھا اور اس کی جان و مال کی حرمت ختم ہو گئی تھی۔ اگر چہ ایسے بدبخت کے ساتھ نمٹنے کے لیے ملک میں قانون موجود ہے لیکن چونکہ اسے آئین پاکستان کی رو سے استثنیٰ حاصل تھا اور اس کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی ناممکن ہو گئی۔ بعض حضرات نے اتمام حجت کے لیے تھانہ سول لائنز لاہور میں مقدمہ درج کرانے کی کوشش بھی کی لیکن مذکورہ دستوری استثنیٰ ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔

اندریں صورت حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ اسے اس کے منصب سے الگ کر دیتی تا کہ اس کے خلاف حسب قانون کارروائی کی جاسکتی لیکن حکومت اس مسئلے پر خاموش تماشائی بنی رہی جس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سلمان تاثیر اپنے باطل مؤقف پر ڈٹا رہا اور شرعی فتووں کا استخفاف بھی کرتا رہا۔ اس نے ملک میں رائج شرعی قانون کے تحت مجاز عدالت کی طرف سے سزا یافتہ مجرمہ کو بے گناہ قرار دے کر اور اس کا معاملہ قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے بالائی عدالتوں میں لے جانے کا راستہ ترک کر کے پوری قوم کو قانون شکنی کا پیغام دیا۔ کتاب وسنت کی تصریحات کی روشنی میں گستاخ رسالتمآب ﷺ کا مرتکب واجب القتل ہے۔ پوری امت اس کے وجوب قتل پر متفق ہے۔

اس کے علاوہ اس کا شرعی حد کو ظالمانہ کہنا اور اس کا استہزاء کرنا توہین شریعت ہے جس سے کفر لازم آتا ہے۔ سائل ہی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق اس کا اپنی بیٹی کی گواہی کی رو سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کا مخالف ہونا اور اس آئینی شق کو ختم کرانے کا عزم رکھنا بھی اس کے کفر صریح کی دلیل ہے کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت کتاب وسنت کی نصوص اور فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق ضروریات دین میں سے ہے، جس کے انکار سے منکر پر صریح کفر لازم آتا ہے۔ اسی طرح اس کا قادیانیوں اور آسیہ مسیح کے کفر و شتم پر راضی ہونا رضا بالکفر ہے۔ کتاب وسنت کی نصوص اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق رضا بالکفر کا مرتکب خود بھی کافر ہو جاتا ہے لہٰذا ان وجوہ کفر کی بنا پر بھی وہ مرتد اور مباح الدم ہو چکا تھا۔ اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا لیکن وہ اپنے کفر وارتداد پر ڈٹا رہا۔

غازی ممتاز حسین قادری جو کہ اس کی حفاظت پر مامور تھے انہوں نے مذکورہ بالا حالات میں آنحضرت ﷺ کی ناموس کے اس دشمن کو قتل کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کے واضح ارشادات کے مطابق ایسے شاتم کا خون باطل اور رائیگاں ہے اگر کوئی مسلمان اسے قاضی یا

امام سے سبقت لے کر بھی قتل کر دیتا ہے تو اس پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس معاملے کو خصوصی اہمیت دی ہے اور اسے ایک استثنائی معاملہ قرار دیا ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک بھی مرتد کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے مسلمان پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے۔

لہٰذا دہشت گردی کی عدالت کی طرف سے غازی ممتاز حسین قادری کو ملنے والی سزائے موت کتاب وسنت کی رو سے سراسر غلط ہے کیونکہ اس سزا کے نافذ ہونے کی صورت میں مرتد کے عوض مسلمان کا قتل لازم آئے گا جس کی شریعت اسلامیہ ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ غازی ممتاز حسین قادری کے بارے میں دہشت گردی کی عدالت کے جج کے فیصلے سے بھی ہمارے اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے جس میں اس نے تسلیم کیا ہے کہ غازی ممتاز حسین قادری نے جو کیا وہ اسلامی لحاظ سے درست ہے یعنی سلمان تاثیر نے توہین رسالت ہی کی تھی اور اس کی سزا بھی یہی ہے تاہم اس نے انہیں دوسرے ملکی قوانین کے تحت سزا دی ہے آپ کے تمام سوالات کا مختصر جواب یہی ہے۔ البتہ ہم نے اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مدلل اور مفصل جواب بھی لکھ دیا ہے۔"

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس فتویٰ پر تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام نے دستخط ثبت فرمائے دوسری طرف صرف دو قابل ذکر اہل علم ایسے ہیں جنہوں نے سلمان تاثیر کے اقوال و افعال کو گستاخی پر مبنی قرار دینے میں تأمل سے کام لیا ہے۔ ان میں سے ایک تو جاوید احمد غامدی ہیں جو کئی معاملات میں پوری امت سے الگ تھلگ رائے رکھنے کی شہرت رکھتے ہیں۔ قانون تحفظ ناموس رسالت کے ساتھ ان کی عداوت اظہر من الشمس ہے۔ "سبیل المومنین" سے ہٹے ہوئے اس متفرد شخص کی رائے کی جید اور ثقہ علماء کی رائے کے مقابل کیا حیثیت ہو سکتی ہے اس پر مزید لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ دوسری شخصیت

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی ہے جن کے اس حوالے سے متضاد مؤقف اور دوہرے معیار پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے بلکہ سوشل میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر بھی منظر عام پر آچکا ہے۔ جس سے ان کی عالمانہ حیثیت سخت مجروح ہوئی ہے لہٰذا اس اجتماعی فتویٰ کے مقابل ان کی متضاد رائے بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ غازی صاحب کے وکلاء کی طرف سے اس فتویٰ کا عدالت میں ذکر بھی کیا گیا۔

اس مقدمے کا اصل تصفیہ طلب معاملہ یہ تھا کہ عدالت اس امر کا جائزہ لیتی کہ کیا سلمان تاثیر کے افعال اور اقوال سے اس پر توہین رسالت کا جرم ثابت ہوتا ہے کہ نہیں؟ اگر عدالت آزادانہ طور پر یہ سمجھتی کہ اس سے کوئی ایسا قول و فعل سرزد نہیں ہوا جس سے توہین رسالت لازم آتی ہے تو وہ غازی صاحب کی سزائے موت کو برقرار رکھنے میں کم از کم اپنے تئیں تو حق بجانب ہوتی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ثابت ہوتا تو عدالت شریعت اسلامیہ کی رو سے غازی صاحب کی بریت کا اعلان کر دیتی۔ تعجب ہے کہ اس مسئلہ پر عدالت نے کاروائی کے دوران گفتگو کی بھی اور سنی بھی لیکن اپنے فیصلے میں یہ معاملہ سرے سے ہی گول کر دیا۔ اس فیصلہ کن معاملے سے چشم پوشی اور غض بصر کیوں کیا گیا یہ تو عدالت ہی بہتر جانتی ہے۔ لیکن اس سے فیصلہ کی حیثیت مشتبہ اور مجروح ہو کر رہ گئی ہے۔ عدالت کا یہ کہنا کہ عدالت کو ایسا مواد فراہم نہیں کیا گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا دراصل ایک ایسی بات ہے جسے نرم سے نرم الفاظ میں تجاہل عارفانہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

حاصل بحث

لہٰذا دلائل مذکورہ بالا کی روشنی میں اس فیصلے کے بارے میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ یہ کتاب وسنت کے مطابق نہیں ہے اور عدالت نے اپنے فیصلے کو کتاب وسنت کے مطابق ثابت کرنے کے لیے جن دورازکار تاویلات کا سہارا لیا ہے انہیں باطل اور مردود ہونے کی وجہ سے کوئی بھی صاحب علم قبول نہیں کرسکتا بلکہ انہیں قبول کرنے کی صورت میں تو شریعت کا حلیہ ہی بگڑ جاتا ہے اور ایسی ایسی قباحتیں لازم آتی ہیں کہ کئی صریح قرآنی آیات کا انکار ہو جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا اسوۂ ایک مخصوص خطے تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے جنہیں تمام عالمین کے لیے نذیر و بشیر اور پوری انسانیت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔

ہم مسلم سکالرز فورم کی انتظامیہ
کے شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے زیر نظر
کتابچے کی اشاعت کے لیے ملی مجلس
شرعی کی مالی معاونت فرمائی۔ دعا ہے
ہے کہ اللہ رب العزت اُن کی کاوشوں کو
اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور
انہیں اپنے ارفع مقاصد میں کامیابی
عطا فرمائے۔ آمین